

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا کا ترجمان

مولانا محمد الیاس گھمن  
مدیر

فقیہ  
سرگودھا  
ماہنامہ

شمارہ 8

اگست 2015

جلد نمبر 4

”نقہ جنتی“  
کی شریعت پر ایک نظر



ہدایات برائے حجاج کرام

فقید المثال دو تحقیق المسائل

سیلاب متاثرین کی امداد

اخلاقی فریضہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com

ناشر

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کاترجمان



شمارہ نمبر 8

اگست 2015

جلد نمبر 4

معاون مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا محمد الیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک  
35 ڈالر ..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک  
25 ڈالر ..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ..... سالانہ

دفتر رسائل و جرائد  
مرکز اہل السنۃ والجماعت  
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے  
زرتعاون

سرکولیشن منیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام



WhatsApp

+923062251253

ماہنامہ مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

## فہرست

- 3 سیلاب متاثرین کی امداد..... اخلاقی فریضہ -----  
اداریہ
- 4 قرآن میں تحریف کا شاخسانہ -----
- 5 فقید المثال دورہ تحقیق المسائل -----  
مولانا محمد کلیم اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ
- 9 ہدایات برائے حجاج کرام -----  
مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ
- 16 ”فقہ حنفی“ کی شوریائیت پر ایک نظر -----  
مفتی امانت علی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ
- 35 امور دین میں افراط و تفریط -----  
مولانا محب اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ
- 42 قرآن کو چیلنج -----
- 48 علماء دیوبند کی خدمات سلوک و احسان -----  
مولانا عنایت اللہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
- 55 عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں... علمی و تحقیقی تجزیہ -----  
الشیخ محمد نواز الحذیفی رحمۃ اللہ علیہ
- 61 الاشباہ والنظائر (5) -----  
مفتی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

## اخلاقی فریضہ..... سیلاب متاثرین کی امداد

### اداریہ

اسلام ہمدردی والا دین ہے۔ اخوت، ایثار، پیار و محبت اور خیر خواہی والا مذہب ہے۔ ایک مسلمان کا دل صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لیے تڑپنا چاہیے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ تمام انسانوں کی آخرت اور دنیا دونوں سنور جائیں۔

بالخصوص مشکل حالات میں تو ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ اس کی عملی مشق کرنی چاہیے کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ جس نے ایک انسان کو بچایا گویا اس سے پوری انسانیت کو بچایا۔ ان دنوں اہلیان پاکستان ایک بہت بڑی مشکل سیلاب سے دوچار ہیں بعض علاقے تیز بارشوں، ندی نالوں میں طغیانی، طوفانوں اور سیلاب کی زد میں آکر ختم ہو چکے ہیں۔ بچے، بوڑھے، خواتین اور جوان سیلاب کی موج بلا کا لقمہ بن چکے ہیں۔ لوگوں کے مکان، دکانیں، غلہ، اناج، کھیت، مال مویشی اور ضروریات زندگی پانی بہا کر لے گیا ہے۔ کئی ہزار افراد نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور بے سروسامانی کے عالم میں ہماری امداد کے منتظر ہیں۔ اس لیے ہم سب کو مل کر مصیبت کی اس گھڑی میں ان کا کھل کر ساتھ دینا چاہیے۔

جن کو اللہ کریم نے مال و دولت کی فراوانی سے نوازا ہے ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنا مال آفت زدہ لوگوں میں اچھی طرح تقسیم کریں اور جن کے پاس مال کی خاطر خواہ فراوانی نہیں وہ خود رضا کار بن کر خدمت کریں۔

اور ہاں! ایسے گروہ اور این جی او پر گہری نظر رکھیں جو خدمت خلق کی آڑ

میں گمراہ کن لٹریچر کی تقسیم اور ایمان شکن سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ ہم پکا عزم کریں کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی دنیا بھی بچائیں اور ان کی آخرت کو بھی تباہ ہونے سے بچائیں۔

## قرآن میں تحریف کا شاخسانہ

دنیا میں بعض بدنصیب لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے کرتوتوں سے قہر الہی کی دعوت دی ہے۔ خدا کے عذاب کا شکار ہو کر ہمیشہ کیلئے عبرت کا نشان بن گئے۔

انہی بدنصیبوں کی ایک کڑی ملک شام میں بھی پائی جاتی ہے جہاں کے ایک آمر نے پچھلے دنوں قرآن کریم کی توہین کرتے ہوئے اسے شدت پسندانہ تعلیمات کا حامل قرار دے کر العیاذ باللہ خود ساختہ نیا قرآن متعارف کرایا ہے۔

لیکن وہ یہ بھول رہا ہے کہ قرآن اہل اسلام کے سینوں میں اللہ نے محفوظ کر کے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے، جس کی حفاظت خود اللہ جل شانہ کریں وہ قیامت کی صبح تک محفوظ رہے اس لیے ہمیں نہ قرآن کے مٹنے کا خوف ہے نہ اس میں تحریف کا ڈر ہے۔

البتہ ہم شامی صدر کے اس گھناونے اور دل آزار فعل کی شدید مذمت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم اور قرآن کریم میں تحریف سے باز آجاؤ ورنہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اس کی پکڑ بہت سخت ہے جب وہ اپنے دشمنوں کو سزا دیتا ہے تو ان کو صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لیے مٹا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

## فقہ المثل دورہ تحقیق المسائل

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی حفظہ اللہ

اگر آپ مجھ سے سوال کریں کہ آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ کیا ہے؟ تو میں برملا یہی جواب دوں گا:

”علمی انحطاط اور قحط الرجال۔“

اس ضرورت کے پیش نظر حضرت الاستاذ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے اکابر کی علمی و تحقیقی روایت کو نئے انداز میں پروان چڑھایا، حالات کا رخ عدم برداشت اور شدت موڑ کر سنجیدہ اور شستہ زبان کے ساتھ دلائل کی طرف لائے اور ہر شخص کو یہ دعوت فکر دینے کی کوشش کی کہ قبول حق میں دلیل کو بنیاد بنائیں۔

اسی روایت کی ایک کڑی 12 روزہ دورہ تحقیق المسائل بھی ہے۔ جو حسب سابق اس سال بھی قرآن و سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کے عالمی ادارے مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے فوراً بعد 23 مئی تا 4 جون 2013ء منعقد ہوا۔

پابندی وقت کے مطابق صبح 7:30 بجے اسباق شروع کر دیے گئے۔ ملک بھر سے فضلاء، علماء، عالما، طلباء، مدرسین، ائمہ مساجد اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے کثیر افراد نے اس کورس میں اپنی حاضری یقینی بنائی۔

مرکز اہل السنۃ کی شوریٰ میں یہ طے شدہ امور اور ذمہ داریاں تمام شعبہ جات کے مسوؤلین کو سپرد کر دیں اور تاکید کی کہ اپنے فرائض میں کوتاہی نہ برتیں اللہ جزائے خیر دے مرکز اہل السنۃ والجماعت کے اساتذہ کرام اور تمام کارکنان کو

جنہوں نے آنے والے مہمانوں کے اکرام میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد و مسائل کو بادل اٹھانے اور ان کی تنقیح کرنے کے لیے پہلے سے فائلیں ترتیب دے دی گئیں اس لیے کہ شرکاء کو رس نفس مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں اور اس دوران ان کو لکھنے کی زحمت بھی نہ کرنا پڑے۔

یہ کورس اپنے اندر بہت افادیت رکھتا ہے، مسلک اہل سنت والجماعت احناف دیوبند سے وابستہ افراد کو اپنے مسائل اور ان کے دلائل سے واقفیت و آگاہی، ان فکری تربیت اور دینی شعور کی بیداری اس کے مضمرات ہیں۔

دورِ حاضر میں جعل سازوں کی بہتات ہے اور اہل علم و فن چیدہ چیدہ ہیں جعل سازوں کے اعتراضات، شبہات، اشکالات نے عوامی سوچ و فکر پر برے اثرات ڈالے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر روز نئے نئے عملی و اعتقادی فتنوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ دینِ مبین کی غلط تشریح، عقائد اسلامیہ کی من گھڑت تعبیر، قرآن و سنت کی من مانی توضیح جیسے الم ناک واقعات؛ قصرِ اسلام کی بنیادوں کو ہلانے کی سازشیں ہیں۔ اس لیے عوام کو صحیح عقیدہ، نظریہ، مسئلہ اور دلیل دینا اہل حق کا اولین فرض ہے اسی کے پیش نظر یہ مختصر دورانیے پر مشتمل دورہ تحقیق المسائل تشکیل دیا گیا ہے۔ اس میں پڑھائے جانے والے لیکچرز کی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔ قارئین اس کی افادیت کا اندازہ خود لگائیں۔

★ ختم نبوت، معجزات، عصمت انبیاء، حیات الانبیاء۔

★ صحابہ معیار حق۔ حجیت حدیث

★ کرامات۔ اتحاد اور اعتدال کی ضرورت، مسئلہ تقلید۔

★ عوام؛ علماء میں دوری کیسے ختم ہو؟

★ مسئلہ تین طلاق، مسئلہ بیس رکعات تراویح۔



★ منکرین حدیث اور منکرین فقہ

★ مسئلہ ترک رفع یدین۔ مسئلہ وضع الیدین تحت السرہ۔

★ مرد و عورت کی نماز میں فرق۔

★ قدیم فقہ جدید مسائل، ترک قراۃ خلف الامام۔

★ جماعت المسلمین کے خدو خال، آمین بالسر

★ تصوف، عرض اعمال،

★ توسل، استشفاع

★ عصر حاضر کے متجددین، اسلامی میڈیا کا کردار

★ عصری تعلیم اور دینی مدارس

چونکہ شرکاء کورس کی اکثر تعداد مدرسین، فضلاء، علماء، طلباء، ائمہ مساجد اور جدید تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل تھی اس لیے اہم موضوعات کا انتخاب کیا گیا اور معلمین بھی ماہر فن متعین کیے گئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مرکز اہل السنۃ والجماعت جہاں ایک دینی ادارہ ہے وہاں پر خانقاہ بھی ہے اس لیے ملک بھر مشائخ عظام بھی تشریف لائے اور شرکاء سے اصلاحی ملفوظات سے مستفید فرمایا۔ چند نام یہ ہیں۔

✿ شیخ الحدیث مولانا ارشاد احمد مہتمم جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا خانوال

✿ شیخ الحدیث مولانا محمد نواز سیال نقشبندی مہتمم جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان

✿ شیخ الحدیث مولانا یسین صابر جامعہ عمر بن خطاب ملتان

✿ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد طیب مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

✿ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)



- ✽ مفتی شاہد مسعود ضلعی امیر جمعیت علماء اسلام (سرگودھا)
- ✽ مولانا محمد اکرم طوفانی (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)
- ✽ شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
- ✽ پیر طریقت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی
- ✽ استاد العلماء مولانا عبدالجبار چوکیروی
- ✽ مولانا بشیر احمد کلیار سرگودھوی
- ✽ مولانا خبیب احمد گھمن

ہمارے ہاں وقت کی قدر کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے اس لیے شرکاء کورس کے ہمہ وقت مصروف رکھا جاتا ہے تاکہ یہاں آنے پر ان کے مزاج میں یہ بات سما جائے کہ متاع وقت ہمارا کل اثاثہ ہے۔ ہم نے اپنے تئیں اس بات کی بھرپور کوشش کی ہے کہ آنے والے مہمانان گرامی کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ شرکاء کورس کو مرکز کی طرف سے اسناد تقسیم کی گئیں۔

اختتامی تقریب میں مولانا عزیز الرحمن ہزاروی نے حضرت الاستاذ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کی علمی و تحقیقی خدمات کو بہت سراہا اور دعا کرائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ دین کی اشاعت اور تحفظ کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ حاسدین کے حسد سے بچائے رکھے اور عافیت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور اس کو اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرمائے۔

نوٹ: دورہ تحقیق المسائل کے اسباق اور لیکچرز کی فائلز اور دورہ کے تمام اسباق میموری کارڈ اور سی ڈیز میں بھی دستیاب ہیں۔

رابطہ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعت سرگودھا۔ 03216353540

## ہدایات برائے حجاج کرام

### مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کا عظیم الشان رکن ہے۔ اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا، اور حج ہی سے ارکانِ اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیثِ طیبہ میں حج و عمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حجَّ لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص: ۲۲۱)

ترجمہ: ”جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا، پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی، وہ ایسا پاک صاف ہو کر آتا ہے جیسا ولادت کے دن تھا۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيُّ العمل أفضل؟ قال: إيمان بالله ورسوله۔ قيل: ثم ماذا؟ قال: الجهاد في سبيل الله۔ قيل: ثم ماذا؟ قال: حجٌّ مبرورٌ۔

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص: ۲۲۱)

ترجمہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: حج مبرور۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

”پے در پے حج و عمرے کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے، اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔“

(مشکوٰۃ ص: ۲۲۲)

حج، عشق الہی کا مظہر ہے، اور بیت اللہ شریف مرکز تجلیاتِ الہی ہے، اس لئے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری ہر مومن کی جانِ تمنا ہے، اگر کسی کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

”وعن علی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ملك زادًا وراحلةً تبليغه إلى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديًا أو نصرانيًا.. الخ.“

(مشکوٰۃ ص: ۲۲۲)

ترجمہ: ”جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے زاد و راہ رکھتا تھا اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا، تو اس کے حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

”وعن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لم يمنعه من الحج حاجة ظاهرة أو سلطان جائر أو مرض حابس فمات ولم يحج، فليمت ان شاء يهوديًا وان شاء نصرانيًا.“

(مشکوٰۃ ص: ۲۲۲)

ترجمہ: ”جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی، نہ سلطانِ جائر اور

نہ بیماری کا عذر تھا، تو اسے اختیار ہے کہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔“

ذرائع مواصلات کی سہولت اور مال کی فراوانی کی وجہ سے سال بہ سال حجاج کرام کی مردم شماری میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن بہت ہی رنج و صدمہ کی بات ہے کہ حج کے انوار و برکات مدہم ہوتے جا رہے ہیں، اور جو فوائد و ثمرات حج پر مرتب ہونے چاہئیں ان سے اُمت محروم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت تھوڑے بندے ایسے رہ گئے ہیں جو فریضہ حج کو اس کے شرائط و آداب کی رعایت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک بجا لاتے ہوں، ورنہ اکثر حاجی صاحبان اپنا حج غارت کر کے ”نیکی برباد، گناہ لازم“ کا مصداق بن کر آتے ہیں۔ نہ حج کا صحیح مقصد ان کا مطمح نظر ہوتا ہے، نہ حج کے مسائل و احکام سے انہیں واقفیت ہوتی ہے، نہ یہ سیکھتے ہیں کہ حج کیسے کیا جاتا ہے؟ اور نہ ان پاک مقامات کی عظمت و حرمت کا پورا لحاظ کرتے ہیں۔

بلکہ اب تو ایسے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں کہ حج کے دوران محرمات کا ارتکاب ایک فیشن بن گیا ہے، اور یہ اُمت گناہ کو گناہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! ظاہر ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے بغاوت کرتے ہوئے حج کیا جائے، وہ انوار و برکات کا کس طرح حامل ہو سکتا ہے؟ اور رحمت خداوندی کو کس طرح متوجہ کر سکتا ہے؟

حاجی صاحبان کے قافلے گھر سے رخصت ہوتے ہیں تو پھولوں کے ہار پہننا پہنانا گویا حج کا لازمہ ہے کہ اس کے بغیر حاجی کا جانا ہی معیوب ہے۔ چلتے وقت جو خشیت و تقویٰ، حقوق کی ادائیگی، معاملات کی صفائی اور سفر شروع کرنے کے آداب کا اہتمام ہونا چاہئے، اس کا دُور دُور کہیں نشان نظر نہیں آتا۔ گویا سفر مبارک کا آغاز ہی آداب کے بغیر محض نمود و نمائش اور ریاکاری کے ماحول میں ہوتا ہے۔ اب ایک

عرصہ سے صدرِ مملکت، گورنر یا اعلیٰ حکام کی طرف سے جہاز پر حاجی صاحبان کو الوداع کہنے کی رسم شروع ہوتی ہے، اس موقع پر بینڈ باجے، فوٹو گرافی اور نعرہ بازی کا سرکاری طور پر ”اہتمام“ ہوتا ہے۔ غور فرمایا جائے کہ یہ کتنے محرمات کا مجموعہ ہے...! سفر حج کے دوران نمازِ باجماعت تو کیا، ہزاروں میں کوئی ایک آدھ حاجی ایسا ہوتا ہوگا جس کو اس کا پورا پورا احساس ہوتا ہو کہ اس مقدس سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے، ورنہ حجاجِ کرام تو گھر سے نمازیں معاف کر آکر چلتے ہیں، اور بہت سے وقت بے وقت جیسے بن پڑے پڑھ لیتے ہیں۔ مگر نمازوں کا اہتمام ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ بعض تو حرمین شریفین پہنچ کر بھی نمازوں کے اوقات میں بازاروں کی رونق دوبالا کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں حج کے سلسلے میں جو اہم ہدایت دی گئی ہے وہ یہ ہے: ”حج کے دوران نہ فحش کلامی ہو، نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا۔“ اور احادیثِ طیبہ میں بھی حج مقبول کی علامت یہی بتائی گئی ہے کہ: ”وہ فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو۔“ لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان ہدایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں۔ گانا بجانا اور داڑھی منڈانا، بغیر کسی اختلاف کے حرام اور گناہِ کبیرہ ہیں۔ لیکن حاجی صاحبان نے ان کو گویا گناہوں کی فہرست ہی سے خارج کر دیا ہے، حج کا سفر ہو رہا ہے اور بڑے اہتمام سے داڑھیاں صاف کی جا رہی ہیں، اور ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر سے نغمے سنے جا رہے ہیں، انا

للہ وانا الیہ راجعون!

اس نوعیت کے میسجوں گناہِ کبیرہ اور ہیں جن کے حاجی صاحبان عادی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے بھی ان کو نہیں چھوڑتے۔ حاجی صاحبان کی یہ حالت دیکھ کر ایسی اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔

اسی طرح سفرِ حج کے دوران عورتوں کی بے حجابی بھی عام ہے، بہت سے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دورانِ سفر برہنہ سر نظر آتی ہیں اور غضب یہ ہے کہ بہت سی عورتیں شرعی محرم کے بغیر سفر حج پر چلی جاتی ہیں اور جھوٹ موٹ کسی کو محرم لکھوا دیتی ہیں۔ اس سے جو گندگی پھیلتی ہے وہ ”اگر گویم زبان سوزد“ کی مصداق ہے۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ: ”حج کے دوران لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہئے“، اس کا منشا یہ ہے کہ اس سفر میں چونکہ ہجوم بہت ہوتا ہے اور سفر بھی طویل ہوتا ہے، اس لئے دورانِ سفر ایک دوسرے سے ناگوار یوں کا پیش آنا اور آپس کے جذبات میں تصادم کا ہونا یقینی ہے، اور سفر کی ناگوار یوں کو برداشت کرنا اور لوگوں کی اذیتوں پر برافروختہ نہ ہونا بلکہ تحمل سے کام لینا یہی اس سفر کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس کا حل یہی ہو سکتا ہے کہ ہر حاجی اپنے رفقاء کے جذبات کا احترام کرے، دوسروں کی طرف سے اپنے آئینہ دل کو صاف و شفاف رکھے، اور اس راستے میں جو ناگواری بھی پیش آئے، اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ خود اس کا پورا اہتمام کرے کہ اس کی طرف سے کسی کو ذرا بھی اذیت نہ پہنچے اور دوسروں سے جو اذیت اس کو پہنچے اس پر کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کرے۔ دوسروں کے لئے اپنے جذبات کی قربانی دینا اس سفر مبارک کی سب سے بڑی سوغات ہے، اور اس دولت کے حصول کے لئے بڑے مجاہدے و ریاضت اور بلند حوصلے کی ضرورت ہے، اور یہ چیز اہل اللہ کی صحبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

عازمین حج کی خدمت میں بڑی خیر خواہی اور نہایت دل سوزی سے گزارش ہے کہ اپنے اس مبارک سفر کو زیادہ سے زیادہ برکت و سعادت کا ذریعہ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل معروضات کو پیش نظر رکھیں:

چونکہ آپ محبوبِ حقیقی کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں، اس لئے آپ کے اس مقدس سفر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اور شیطان آپ کے اوقات ضائع کرنے کی کوشش کرے گا۔ جس طرح سفر حج کے لئے ساز و سامان اور ضروریاتِ سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر حج کے احکام و مسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔ اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقع نہیں ملا تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کر لیا جائے کہ کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کیا جائے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں ساتھ رہنی چاہئیں اور ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے، خصوصاً ہر موقع پر اس سے متعلقہ حصے کا مطالعہ خوب غور سے کرتے رہنا چاہئے، کتابیں یہ ہیں:

۱:۔ ”فضائل حج“ از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ۔

۲:۔ ”آپ حج کیسے کریں؟“ از مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ۔

۳:۔ ”معلم الحج“ از مولانا مفتی سعید احمد مرحوم۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کریں اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں، اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ سے خصوصی دُعائیں بھی مانگیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہئے کہ حج مقبول کی علامت ہی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کی زندگی میں دینی انقلاب آجائے۔ جو شخص حج کے بعد بھی بدستور فرائض کا تارک اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہے، اس کا حج مقبول نہیں۔

آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہئے اور سوائے اشد ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا کا ساز و سامان آپ کو مہنگا سستا، اچھا بُرا اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے، لیکن حرم شریف سے میسر آنے والی



سعادتیں آپ کو کسی دوسری جگہ میسر نہیں آئیں گی۔ وہاں خریداری کا اہتمام نہ کریں، خصوصاً وہاں سے ریڈیو، ٹیلیوژن، ایسی چیزیں لانا بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ کسی زمانے میں حج و عمرہ اور کھجور اور آپ زم زم، حرمین شریفین کی سوغات تھیں۔ اور اب ریڈیو، ٹیلیوژن ایسی ناپاک اور گندی چیزیں حرمین شریفین سے بطور تحفہ لائی جاتی ہیں۔ چونکہ حج کے موقع پر اطراف و اکناف سے مختلف مسلک کے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا ہوا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کر دیں، بلکہ یہ تحقیق کر لیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہاں بطور مثال دو مسئلے ذکر کرتا ہوں۔

۱:۔ نماز فجر سے بعد اشراق تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک دو گانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں، اسی طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں، لیکن بہت سے لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔

۲:۔ احرام کھولنے کے بعد سر کا منڈوانا افضل ہے اور ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دُعا فرمائی ہے، اور قینچی یا مشین سے بال اُتروا لینا بھی جائز ہے۔ احرام کھولنے کے لئے کم از کم چوتھائی سر کا صاف کرانا یا کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر احرام نہیں کھلتا، لیکن بے شمار لوگ جن کو صحیح مسئلہ کا علم نہیں، وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی کانوں کے اوپر سے چند بال کٹوا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے احرام کھول لیا، حالانکہ اس سے ان کا احرام نہیں کھلتا اور کپڑے پہننے اور احرام کے منافی کام کرنے سے ان کے ذمہ دم واجب ہو جاتا ہے۔ الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں بلکہ اہل علم سے مسائل کی خوب تحقیق کر لیا کریں۔

نوٹ: اس مضمون میں معمولی تبدیلی کی گئی ہے۔

## ”فقہ حنفی“ کی شورشائیت پر ایک نظر

### مفتی امانت علی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

اس وقت پوری دنیا میں عملی اعتبار سے ائمہ اربعہ کی فقہ رائج و متداول ہے، ان میں بھی عمومی قبولیت اور خصوصی امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہے؛ بلکہ اگر کہا جائے کہ اولیت و مرجعیت اسی فقہ کا مقدر ہے، تو غلط نہ ہوگا، فقہ حنفی نے ترقی کی جس اوج و کمال کو دریافت کیا ہے اس کے اسباب و علل کا پتہ لگانا دشوار نہیں؛ اس فقہ کی ترقی و کمال کا راز سربستہ بظاہر اس فقہ کی جامعیت، احوال زمانہ سے ہم آہنگی، اصول و قواعد کی پختگی اور احادیث و آثار کا انضمام ہے۔

### فقہ حنفی کی خصوصیت:

علامہ شبلی نعمانیؒ نے ”سیرۃ النعمان“ میں فقہ حنفی کی خصوصیت پر مفصل کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: (۱) فقہ حنفی کے مسائل اسرار و مصالح پر مبنی ہوتے ہیں (۲) فقہ حنفی پر عمل بہ نسبت تمام فقہوں کے نہایت آسان ہے (۳) فقہ حنفی میں معاملات کے متعلق جو قاعدے ہیں نہایت وسیع اور متمدن ہیں (۴) فقہ حنفی نے ذمیوں کے حقوق (یعنی وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں؛ لیکن مسلمانوں کی حکومت میں مطیعانہ رہتے ہیں) نہایت فیاضی اور آزادی سے دیئے ہیں۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس کی نظیر کسی امام اور مجتہد کے یہاں نہیں ملتی (۵) فقہ حنفی نصوص شرعیہ کے موافق ہے، یعنی جو احکام نصوص سے مانع ہیں اور جن میں ائمہ کا اختلاف ہے ان میں امام ابو حنیفہؒ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ عموماً قوی اور مدلل ہوتا ہے۔

## شورائی نظام:

فقہ حنفی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ فقہ ایک شخص کی رائے پر مبنی نہیں ہے؛ بلکہ امام ابو حنیفہؒ نے جس جامع اور محیط طرز پر فقہ کی تدوین کا منصوبہ بنایا تھا، وہ انتہائی وسیع اور دشوار کام تھا، اس لیے اپنے اتنے بڑے اور اہم ارادے کی تکمیل کے لیے اپنے شاگردوں میں سے چالیس جبال العلم محدثین و فقہاء، طریق تخریج کے ماہر اور علم عربیت و لغت کے رمز شناس افراد کا انتخاب کیا اور ایک مجلس شورٰی تشکیل دی، جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب تمام اراکین شورٰی سے استفسار کرتے، اگر تمام کی رائے کسی ایک امر پر متفق ہو جاتی تو امام ابو یوسفؒ منقح انداز میں اصول کی کتابوں میں درج فرمادیتے، اور اگر رائے مختلف ہوتی تو آزادانہ طور پر بحث کا سلسلہ جاری رہتا، کبھی کبھی ایک ایک مسئلہ پر مہینوں بحث کا سلسلہ جاری رہتا، پھر جب روشن صبح کی طرح دلائل واضح ہو جاتے تو اس کو لکھ لیا جاتا؛ موفقی بن احمد کی ”مناقب ابی حنیفہ“ میں لکھتے ہیں:

”فكان يلقي مسئلة مسئلة وسمع ما عندهم ويقول ما عنده ويناظرهم شهراً أو أكثر من ذلك حتى يستقر أحد الأقوال ثم يثبتها أبو يوسف في الأصول“  
امام صاحب ایک ایک مسئلہ پیش کرتے اور ان کی رائے سنتے اور اپنا نظریہ بیان کرتے اور ایک ایک مہینہ؛ بلکہ ضرورت پڑتی تو اس سے بھی زیادہ عرصہ تک اس میں مناظرہ و مباحثہ کرتے رہتے، حتیٰ کہ جب کسی ایک قول پر سب کے رائے جم جاتی تو امام ابو یوسفؒ اصول میں درج کر دیتے۔ (مناقب موفقی: ۲/ ۱۳۳)

اس کے بعد بھی اگر کسی کا اختلاف رہ جاتا تو ان کے اختلاف کے ساتھ بقید تحریر لایا جاتا اور اس امر کا اہتمام و التزام ہوتا کہ جب تک ایک مسئلہ حل نہ کر لیا جائے

التواء میں نہ ڈالا جائے؛ علامہ کردری کا بیان سنتے چلے، فرماتے ہیں:

”اذا وقعت لهم مسئلة يديرونها حتى يضيؤنها“

جب اس مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس کو آپس میں خوب گردش دیتے، یہاں تک کہ بالآخر اس کی تہ تک پہنچ کر اس کو روشن کر لیتے۔

(مناقب کردری: ۲/۳)

امام صاحب محض اپنی ذاتی رائے کی تدوین پسند نہ کرتے، جب تک خوب اس پر اچھی طرح غور نہ فرمالیتے اور مجلس شوریٰ کے ذریعہ بھی اس کے ہر پہلو نمایاں نہ ہو جاتے، یہی وجہ ہے کہ کبھی امام ابو یوسفؒ امام صاحب کی رائے بدون تنقیح و تحقیق لکھ دیتے تو امام صاحب ان کو متنبہ فرماتے:

”لا تكتب كل ما تسمع مني فاني قد أرى الرأي اليوم وأتركه غداً، وأرى الرأي غداً وأتركه في غده“

ہر وہ چیز جو مجھ سے سنتے ہو مت لکھ لیا کرو؛ کیوں کہ اگر میں آج کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو کل اُسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل کی رائے پر سوں ترک کر دیتا ہوں“  
(نصب الراية: ۳۱۰)

### فقہی مسائل میں شوریٰ کی شرعی حیثیت:

اسلام میں شوریٰ کی افادیت واہمیت مسلم ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے انصار کے نظام شوریٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”وأمرهم شورى بينهم“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کی تلقین فرمائی: ”وشاورهم في الأمر“ احادیث میں بھی شوریٰ کی حکمتیں اور فضیلتیں مذکور ہیں، اسی لیے حضرات صحابہ شوریٰ نظام پر عمل پیرا تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پردہ فرما جانے کے بعد سب سے پہلا مسئلہ ”خلافت“ کا صحابہ نے شوریٰ ہی کے ذریعہ حل کیا تھا، حضرت ابو بکرؓ اپنے زمانہ خلافت میں شوریٰ کے ذریعہ ہی مسائل حل کیا کرتے تھے، بیہقی نے ”السنن الکبریٰ“ میں میمون بن مہران کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”حضرت ابو بکرؓ کے پاس جب بھی کوئی مقدمہ آتا اور کتاب و سنت میں اس کا حل ملتا تو اسی کے ذریعہ فیصلہ فرماتے تھے، اور اگر قرآن و سنت میں مسئلہ کا حل نہ معلوم ہوتا تو صحابہؓ کے پاس آتے اور صحابہ سے پوچھتے کہ میرے پاس ایسا مقدمہ آیا ہے، کیا تم میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کے مقدمہ کا کوئی فیصلہ سنا ہے؟ بعض صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کرتے تو حضرت ابو بکرؓ اس پر عمل کرتے اور اللہ کی تعریف کرتے کہ ہمارے درمیان ایسے لوگ ہیں جو اپنے نبی کے علم کے محافظ ہیں، لکن اگر حدیث سے بھی کوئی حل نہ ملتا، تو کبار صحابہ اور فقہاء صحابہ کو جمع کرتے ان سے مشورہ کرتے اور جب وہ لوگ کسی امر پر متفق ہو جاتے تو اسی کا فیصلہ فرمادیتے“

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/۱۱۴-۱۱۵، المصباح: ۱/۱۱۱)

حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں فقہی مسائل کے حل کے لیے ایک شوریٰ تشکیل دی تھی اور جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو مدینہ کے فقہاء صحابہ کو جمع کر کے تبادلہ خیال فرماتے اور اجتماعی طور پر کوئی فیصلہ فرماتے، علامہ ابن القیم نے بھی اپنی تصنیف اعلام الموقعین میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اس شورائی منہج کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فقہی مسائل کے حل کے سلسلہ میں حضرات صحابہؓ میں زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اور تابعین میں عمر

بن عبد العزیز، مروان بن الحکم، اور فقہاء سبعہ مدینہ کا بھی شورائی منہج تھا۔

(المصباح: ۱/۱۱۵)

## مجلس شورئ کی جامعیت:

حضرت حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ کی مسند جب امام صاحب کے سپرد کی گئی تو باوجودیکہ امام صاحب علم حدیث کے امام اور فقہ کے استاذ الاساتذہ تھے، اجتہاد میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اور اس باب میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، پھر بھی اس وادی غیر ذی زرع اور لق ووق میدان میں تنہا طبع آزمائی کرنا مناسب خیال نہ کیا اور اپنے ممتاز تلامذہ کو بھی کارِ اجتہاد میں شریک کیا، اور اس طرح حضرات الامام نے حضرات شیخینؒ کی سنت کو زندہ کیا، اس نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں مسائل کے حل کے لیے اجتماعی سعی کی جاتی ہے اور اجتماعی سعی انفرادی کوشش سے بہر حال افضل ہے، اگرچہ یہ طریقہ بھی معصوم عن الخطاء نہیں ہے؛ لیکن انفرادی کوشش کی بہ نسبت اس طریقہ اجتہاد میں غلطی کا امکان کم ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اجتماعیت میں جو قوت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اسی لیے جب امام المحدثین و کعب بن الجراح کے سامنے کہا گیا کہ: امام صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی ہے، تو انھوں نے کہا: امام ابو حنیفہؒ غلطی کیسے کر سکتے ہیں، جبکہ ان کے پاس ابو یوسف اور زفر جیسے قیاس کے ماہر، یحییٰ بن ابوزائدہ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے حفاظ حدیث اور قاسم بن معین اور امام محمد جیسے لغت عربیت کے جاننے والے، دواؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد و متقی حضرات ہیں اگر ابو حنیفہؒ غلطی کریں گے تو کیا یہ لوگ ان کی اصلاح نہ کریں گے؟

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۱۵۲)

و کعب کے اس بیان سے جہاں تدوین فقہ کی دستوری کمیٹی کے افراد کی علمی جلالتِ قدر سامنے آتی ہے اور بحث و تحقیق کا طریق کار معلوم ہوتا ہے، وہیں امام صاحبؒ کے ارکانِ شوریٰ کی جامعیت اور آپ کے رفقاء کے بلند مقام کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔

### بحث و مباحثہ:

مجلس شوریٰ میں جب بھی کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو تمام اراکین کھل کر بحث و نقد میں حصہ لیتے اور ہر ایک کو احادیث و آثار اور اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادانہ نقد و تبصرہ کا موقع دیا جاتا، مجلس کا ہر فرد آزادی کے ساتھ اپنی دلیل امام صاحب کے سامنے پیش کرتا اور امام صاحب ہر ایک کی دلیل صبر و ضبط سے سنتے رہتے، بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی اور دورانِ بحث بعض اراکین خود امام صاحب سے جو صدر مجلس اور سب کے استاذ بھی ہوتے، اختلاف کر بیٹھتے اور یہاں تک کہہ دیتے کہ ”آپ کی فلاں دلیل غلط ہے“ بعض اجنبی لوگ امام صاحب سے کہتے کہ: آپ اتنی بے باکی سے بات کرنے والوں کو کیوں نہیں روکتے؟ تو امام صاحب فرماتے کہ: میں نے خود ان کو آزادی دی ہے اور ان کو اس امر کا عادی بنایا ہے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوں اور یہ لوگ ہر ایک کے حتیٰ کہ میرے دلائل پر نکتہ چینی کریں تاکہ صحیح بات بالکل منقح ہو کر سامنے آجائے۔

(معجم المصنفین، ص: ۱۷۴)

بعض مرتبہ بعض اراکین امام صاحب کے سامنے ایک دوسرے کی تردید کرتے تو امام صاحب جانبین کے دلائل سن کر واضح فیصلہ فرماتے، علامہ کردریؒ امام صاحب کے نبیرہ اسمعیل بن حماد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:



”ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے داہنے جانب بیٹھے تھے اور امام زفر بائیں جانب اور دونوں ایک مسئلہ میں بحث کرنے لگے، جب امام ابو یوسف کوئی دلیل پیش کرتے تو امام زفر اس کی تردید کر دیتے اور جب امام زفر کوئی دلیل پیش کرتے تو امام ابو یوسف اس کی تضعیف کر دیتے، یہ مباحثہ ظہر تک جاری رہا، جب ظہر کی اذان ہوئی تو امام ابو حنیفہ نے امام زفر کی رائے پر ہاتھ مار کر فرمایا: زفر ایسے شہر کی سرداری کی طمع نہ کر جس میں ابو یوسف رہتے ہیں اور امام ابو یوسف کے حق میں فیصلہ فرمایا“

(مناقب کردری: ۲/۳۹۹)

### فقہ تقدیری:

فقہ حنفی کی غیر معمولی شہرت و مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام صاحب کی شوریٰ میں صرف پیش آمدہ واقعات و حادثات پر بحث نہیں ہوتی تھی؛ بلکہ غیر پیش آمدہ واقعات کے حل کی جانب بھی خصوصی توجہ دی جاتی تھی؛ تاکہ جب واقعہ پیش آئے تو اس کا حل ممکن ہو اور عمل کرنا آسان ہو، امام صاحب نے شوریٰ کے توسط سے ایسے اصول مرتب کیے کہ ہر زمانے میں پیش آمدہ مسائل کا حل آسانی دریافت کیا جاسکے، امام صاحب کے تقدیری مسائل سے شغف کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس کو خطب نے نقل کیا ہے کہ:

”نضر بن محمد کہتے ہیں کہ ابو قتادہ کوفہ آئے اور ابو بردہ کے گھر قیام کیا، ایک دن باہر نکلے تو لوگوں کی بھیڑ ان کے گرد جمع ہو گئی، قتادہ نے قسم کھا کر کہا جو شخص بھی حلال و حرام کا مسئلہ دریافت کرے گا میں ضرور اس کا جواب دوں گا، امام ابو حنیفہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ابو الخطاب (ان کی کنیت ہے) آپ اس عورت کے متعلق کیا

فرماتے ہیں کہ جس کا شوہر چند سال سے غائب رہا، اس نے یہ یقین کر کے کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے دوسرا نکاح کر لیا، اس کے بعد پہلا شوہر بھی آگیا، آپ اس کے مہر کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اور جو بیٹھڑ ان کو گھیرے کھڑی تھی ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر اس مسئلہ کے جواب میں یہ کوئی حدیث روایت کریں گے تو غلط روایت کریں گے اور اگر اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے تو وہ بھی غلط ہوگا، قتادہ بولے کیا خوب! کیا یہ واقعہ پیش آچکا ہے، امام صاحب نے فرمایا نہیں، انہوں نے کہا پھر جو مسئلہ ابھی تک پیش نہیں آیا اس کا جواب مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو، امام صاحب نے فرمایا کہ ہم حادثہ پیش آنے سے قبل اس کے لیے تیاری کر لیتے ہیں تاکہ جب پیش آجائے تو اس سے نجات کی راہ معلوم رہے، قتادہ ناراض ہو کر بولے خدا کی قسم میں حلال و حرام کا مسئلہ تم سے بیان نہیں کروں گا، ہاں کچھ تفسیر کے متعلق پوچھنا ہو تو پوچھو! اس پر امام صاحب نے ایک تفسیری سوال کیا قتادہ اس پر بھی لا جواب ہو گئے اور ناراض ہو کر اندر تشریف لے گئے۔

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۴۷)

اس واقعہ سے امام صاحب کی ذکاوت و ذہانت اور فقہ سے گہری وابستگی کے ساتھ تقدیری اور بعد میں پیش آنے والے مسائل کی طرف ان کے غایت انہماک و اہتمام کا پتہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

مجموعہ مسائل:

امام صاحب ۱۲۰ھ میں اپنے استاذ حضرت حماد کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور ۱۵۰ھ میں داربقا کو چلے گئے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب کا شورائی نظام تقریباً تیس سال پر محیط ہے، لیکن بعض حضرات کی رائے ہے کہ ۲۲ سال کی مدت

میں امام صاحب نے قانونِ اسلامی اور فقہ حنفی کو مدون کیا ہے، خیر یہ مدت تیس سال ہو یا بائیس سال، اس طویل المیعاد مدت میں اس شوریٰ نے کس قدر مسائل کا استنباط کیا، اس میں بھی علماء کے اقوال مختلف ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار ہے، شمس اللائمہ کردریؒ لکھتے ہیں کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے، علامہ موفق بن احمد مکیؒ نے بھی چھ لاک کا قول نقل کیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں سے اس کی تائید ہوتی ہے؛ لیکن محققین کے رائے یہ ہے کہ امام صاحب کی شوریٰ کے ذریعہ فیصل ہونے والا مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا، جس میں ۳۸ ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے، باقی ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات و عقوبات سے تھا، اور امام صاحب کو جب کوفہ سے بغداد جیل منتقل کیا گیا تب بھی تدوین فقہ کا سلسلہ جاری رہا اور امام محمدؒ کا تعلق امام ابو حنیفہؒ سے یہیں قائم ہوا اور اضافہ کے بعد اس دستوری خاکہ میں کل مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔

(دفاع امام ابو حنیفہ، ص: ۱۲۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۱۳۶، سیرۃ النعمان، ص: ۱۵۴)

### ارکانِ شوریٰ:

امام اعظمؒ نے دستورِ اسلامی کی مجلس تدوین میں جن جن عظیم المرتبت اشخاص کا انتخاب کیا تھا، فقہ اسلامی کے ماہرین اور امام صاحب کے تذکرہ نگاروں نے ان کی تعداد چالیس بیان کی ہے، امام طحاویؒ نے اپنی مسند سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے چالیس ممتاز اور ماہر فن تلامذہ تدوین فقہ اور کارِ اجتہاد میں ان کے شریک و معاون تھے، اگرچہ امام طحاویؒ نے چند ناموں پر اکتفاء کیا ہے؛ لیکن بعض دیگر مورخین نے تمام اسماء کو شمار کر لیا ہے، جو حسب ذیل ہیں:

2. امام مالکؒ بن مغول م ۱۵۹ھ
3. امام داؤد طائفی م ۱۶۰ھ
4. امام مندل بن علی م ۱۶۸ھ
5. امام نضر بن عبدالکریم م ۱۶۹ھ
6. امام عمرو بن میمون م ۱۷۱ھ
7. امام حبان بن علی م ۱۷۳ھ
8. امام ابو عصمہ م ۱۷۳ھ
9. امام زہیر بن معاویہ م ۱۷۳ھ
10. امام قاسم بن معن م ۱۷۵ھ
11. امام حماد بن الامام الاعظم م ۱۷۶ھ
12. امام ہیاج بن بسطام م ۱۷۷ھ
13. امام شریک بن عبداللہ م ۱۷۸ھ
14. عافیہ بن یزید م ۱۸۰ھ
15. امام عبداللہ بن مبارک م ۱۸۱ھ
16. امام ابو یوسف م ۱۸۲ھ
17. امام محمد بن نوح م ۱۸۲ھ
18. امام ہشیم بن بشیر السلمی م ۱۸۳ھ
19. ابو سعید یحییٰ بن زکریا م ۱۸۴ھ
20. امام فضیل بن عیاض م ۱۸۷ھ
21. امام اسد بن عمر م ۱۸۸ھ

22. امام محمد بن الحسن م ۱۸۹ھ
23. امام یوسف بن خالد م ۱۸۹ھ
24. امام علی بن مسهر م ۱۸۹ھ
25. امام عبداللہ بن ادريس م ۱۹۲ھ
26. امام فضل بن موسیٰ م ۱۹۲ھ
27. امام علی بن طبیان م ۱۹۲ھ
28. امام حفص بن غیاث م ۱۹۴ھ
29. و کعب بن جراح م ۱۹۷ھ
30. امام هشام بن یوسف م ۱۹۷ھ
31. امام یحییٰ بن سعید القطان م ۱۹۸ھ
32. امام شعیب بن اسحاق م ۱۹۸ھ
33. امام حفص بن عبدالرحمن م ۱۹۹ھ
34. امام ابو مطیع بلخی م ۱۹۹ھ
35. امام خالد بن سلیمان م ۱۹۹ھ
36. امام عبدالحمید م ۲۰۳ھ
37. امام حسن بن زیاد م ۲۰۴ھ
38. امام ابو عاصم النبیل م ۲۱۲ھ
39. امام مکی بن ابراہیم م ۲۱۵ھ
40. امام حماد بن دلیل م ۲۱۵ھ

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی ایک فقہ اکیڈمی تھی جس میں ان کے ممتاز تلامذہ ان کے معاون اور شریک کار تھے اور امام صاحب مجتہد فیہ مسائل کو اجتماعی طور پر حل کیا کرتے تھے، لیکن ان حضرات کے اسمائے گرامی اور سنین ولادت و وفات کا عمومی جائزہ لیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ تمام تلامذہ اکیڈمی کے قیام کے وقت سے ہی ان کے شریک کار تھے، جیسے کہ امام محمدؒ کی سن پیدائش ۱۳۲ھ اور یحییٰ بن ابوزاندہ کی سن پیدائش ۱۲۰ھ ہے اور عبد اللہ بن مبارک کی سن پیدائش ۱۱۸ھ ہے جبکہ امام صاحب کی شوریٰ ۱۲۰ھ یا ۱۲۸ھ سے قائم ہے، تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ تلامذہ اسی وقت سے ان کی کمیٹی میں داخل ہو گئے تھے، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحبؒ نے وقتاً فوقتاً اپنے تلامذہ کو اپنے کارِ اجتہاد میں شریک کیا تھا، آپ کے بعض تلامذہ ایسے بھی تھے کہ جب آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے تو آپ سے جدا ہونا حراما نصیبی تصور کیا اور تاحیات آپ کے علمی سرچشمے سے تشنگی علم کو فرو کرتے رہے، یہی تلامذہ جو درحقیقت خود بھی اجتہاد کے درجے پر فائز تھے، آپ کی اکیڈمی کے رکن رکین تھے، انھیں خادمانِ فقہ حنفی نے تقریباً تیس سال کی مدت میں فقہ حنفی کی تدوین کا عظیم الشان اور لازوال کارنامہ انجام دیا ہے، جن کی مجموعی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے، جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

## امام صاحب کے مخصوص تلامذہ:

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ فقہ حنفی کی تدوین میں امام صاحب کے چالیس تلامذہ شریک تھے، لیکن ان میں بھی دس تلامذہ سابقین اولین میں سے تھے، جیسا کہ طحاویؒ نے اسد بن فرات سے نقل کیا ہے:

كان أصحاب أبي حنيفة الذين دونوا الكتب أربعين رجلاً فكان في

العشرة المتقدمين أبو يوسف، زفر بن هذيل وداود الطائى وأسد بن عمرو ويوسف بن خالد السمتي ويحيى بن زكريا بن ابى زائدة.

(نصب الراية ص ۳۸)

امام صاحب کے تلامذہ جنہوں نے فقہ حنفی کو مدون کیا چالیس ہیں ان میں دس سابقین میں: ابو یوسفؒ، زفر بن ہذیل، داؤد طائی، اسد بن عمر، یوسف بن خالد سمی، یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ ہیں۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چالیس افراد کی دستوری کمیٹی کے علاوہ دس یا بارہ افراد پر مشتمل ایک دوسری خصوصی کمیٹی تھی، جو فیصلے کو آخری شکل دیتی تھی اور حتمی نتائج پر پہنچتی تھی، جیسا ضمیری نے امام زفرؒ کے متعلق لکھا ہے:

”ثم انتقل الى أبي حنيفة فكان أحد العشرة الأكابر الذين دونوا الكتب مع أبي حنيفة“

پھر امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئے اور امام صاحب کے ان دس لوگوں کی خصوصی کمیٹی کے رکن بنے جنہوں نے فقہ حنفی کو مدون کیا۔ (اخبار ابی حنیفہ ص ۱۰۷)

اب ذیل میں انہیں سابقین فقہ حنفی میں سے بعض کے مختصر حالات قلم بند کیے جاتے ہیں:

امام ابو یوسفؒ:

آپ کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم ہے، کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں وفات پائی، معاشی اعتبار سے بہت کمزور تھے، لیکن علم کا شغف بچپن ہی میں پیدا ہو گیا تھا، والد کی خواہش تھی کہ آپ کوئی کام کریں اور گھر کا انتظام کریں، لیکن امام صاحب کی صحبت فیض رسانے مالی اعتبار سے بھی بے نیاز کر دیا اور علمی دنیا میں قاضی القضاۃ



کے مقام تک پہنچادیا، خلیفہ مہدی نے ۱۶۶ھ میں قاضی کے عہدہ پر مامور کیا، مہدی کے بعد اس کے جانشین ہادی نے بھی اسی عہدہ پر بحال رکھا، پھر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کے لیاقت و اہلیت سے واقف ہو کر تمام بلادِ اسلامیہ کا قاضی القضاۃ بنادیا، یہ وہ عہدہ تھا جو تاریخ اسلام میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا، آپ کے عہدہ قضاء پر فائز ہونے سے فقہ حنفی کو بڑا عروج حاصل ہوا، آپ فقہاء رائے میں اولین فقیہ ہیں جنہوں نے اقوال کو احادیث نبویہ سے مؤید کیا، آپ اصحاب ابو حنیفہؒ میں سب سے بڑے حافظ حدیث کہلاتے تھے، امام ابو یوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں انھوں نے اپنے اور اپنے استاد کے افکار و نظریات کو مدون کیا ہے، ابن الندیم نے ان تمام کتابوں کی فہرست دی ہے، ان میں کتاب الخراج، اختلاف ابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الاوزاعی زیادہ مشہور ہیں۔

### امام محمدؒ:

آپ کا نام محمد بن حسن اور کنیت ابو عبد اللہ ہے، آپ کی ولادت ۱۳۲ھ اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی، امام صاحب کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، اس لیے زیادہ مدت تک امام صاحب سے استفادہ نہ کر سکے، اس لیے ان کا شمار فقہ حنفی کے اولین سابقین میں نہیں ہوتا، لیکن انہوں نے امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف سے فقہ حنفی کی تکمیل کر کے تدوین فقہ کی طرف خاص توجہ دی، اور حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنفی کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمدؒ کے سر جاتا ہے اور آج امام محمدؒ کی کتابیں ہی احناف کے لیے آنکھوں کا سرمہ ہیں، اور کوئی حنفی امام محمدؒ کی کتابوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ کو فقہ حنفی کا دوسرا بزرگ شمار کیا جاتا ہے، امام محمدؒ کی کتابیں فقہ حنفی کا اولین مرجع شمار کی جاتی ہیں، امام محمدؒ کی کتابیں استناد کے اعتبار

سے دو درجوں میں منقسم ہیں:

**قسم اول:** کتب ظاہر الروایت ہیں جو مندرجہ ذیل کتب ہیں: (۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط (۶) زیادات، ان کو ”اصول“ بھی کہا جاتا ہے، فقہ حنفی کا زیادہ تر اعتماد انہی کتابوں پر ہے۔

**قسم ثانی:** اس میں وہ کتابیں ہیں جو آپ کی طرف منسوب ہونے میں قسم اول کے برابر نہیں ہیں ان میں یہ کتابیں شامل ہیں: (۱) کیسانیات (۲) ہارونیات (۳) جرجانیات (۴) رقیات (۵) زیادات، مندرجہ بالا کتابوں کو غیر ظاہر الروایت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### امام زفرؒ:

امام صاحب کے دونوں ارشد تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے، فقہ حنفی میں ان کا درجہ امام ابو یوسف کے ہم پلہ اور امام محمدؒ سے زیادہ شمار کیا جاتا ہے، امام زفرؒ کے مرتبہ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جس کو ضمیری نے امام صاحب کے نبیرہ اسمعیل بن حماد کے حوالے سے نقل کیا ہے ”کہ ایک دن امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میرے ۳۱ شاگرد ہیں ان میں ۲۸ قاضی بن سکتے ہیں اور چھ مفتی بن سکتے ہیں اور دو یعنی ابو یوسف اور زفر دونوں گروہ کے استاذ اور مربی بن سکتے ہیں۔“ (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۱۵۲)

اس واقعہ میں امام صاحب نے امام زفر کو اپنے اراکین شوریٰ کا استاذ قرار دیا ہے، امام زفر قیاس و اجتہاد میں اس درجہ ماہر تھے کہ قیاس ہی ان کی شان و پہچان بن گئی، تاریخ بغداد میں چاروں بزرگوں کا تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں

دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مزنی نے کہا اہل عراق کے سردار ہیں، اس نے پھر پوچھا: ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ مزنی بولے وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنے والے ہیں، اسی شخص نے بھر کہا امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں مزنی فرمانے لگے وہ تفریعات میں سب سے فائق ہیں، وہ بولا اچھا تو زفرؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام مزنی نے کہا وہ قیاس میں سب سے ماہر ہیں۔“

(حیات امام ابو حنیفہ: ۳۰۳)

امام ابو حنیفہؒ کے بعد امام زفر آپ کے حلقہ درس کی جانشین ہوئے، ان کے بعد مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصہ میں آئی، بصرہ کا عہدہ قضا بھی ان کو ملا، لیکن فقہ حنفی میں ان کی کوئی تصنیف نہیں، اس لیے عموماً امام محمدؒ کے بعد ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

### قاسم بن معنؒ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاندان سے ہیں، فقہ پر کافی عبور حاصل تھا اور عربیت و ادب میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، امام محمدؒ نے اپنی کتابوں میں ان کے نام اور کنیت دونوں سے روایت کیا ہے، قاضی شریک بن عبداللہ کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۱۵۰)

علم حدیث میں بھی اونچا مقام حاصل تھا، صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت کی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کو ان سے خاص محبت تھی، یہ بھی منجملہ ان لوگوں کے ہیں جن کی نسبت امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ”تم لوگ میرے دل کی تسلی اور میرے غم کو مٹانے والے ہو“ ان کو بھی امام صاحب کے ساتھ نہایت خصوص تھا،

ایک شخص نے پوچھا کہ آپ فقہ و عربیت دونوں کے امام ہیں ان دونوں علموں میں وسیع کون علم ہے؟ فرمایا کہ واللہ ابو حنیفہؒ کی ایک تحریر کل فن عربیت پر بھاری ہے، ۷۵ھ میں وفات پائی۔

(سیرۃ النعمان، ص: ۲۳۰)

### عافیہ بن یزید:

فن حدیث میں بلند مقام پر فائز تھے، امام نسائی اور ابوداؤد وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، بغداد کے قاضی تھے، خطیب نے لکھا ہے کہ عافیہ عالم وزاہد تھے، ایک مدت تک قاضی رہے پھر قضاء سے مستعفی ہو گئے۔ (سیر اعلام النبلاء ۷/ ۳۹۸) امام صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے اور آپ کے شورائی کمیٹی کے اہم رکن تھے؛ امام صاحب ان کا بہت خیال کرتے؛ بلکہ ان کی رائے کے بغیر کچھ بھی دستوری کتاب میں تحریر نہ کیا جاتا تھا، ضمیری نے اسحاق بن ابراہیم کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کسی مسئلہ میں غور و خوض کرتے اور اس وقت عافیہ نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے اس کو ابھی مت لکھو اور جب عافیہ آتے اور سب کے رائے سے اتفاق کرتے تو امام صاحب فرماتے اس کو لکھو اور اگر وہ اتفاق نہ کرتے تو امام صاحب فرماتے اس کو مت لکھو۔“ (اخبار ابو حنیفہ واصحابہ، ص ۱۴۹)

### یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ:

علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرۃ النعمان میں امام طحاویؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ”امام صاحب کی شورائی میں لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے، آگے علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ یہ مدت صحیح نہیں؛ لیکن کچھ شبہ نہیں کہ وہ بہت دنوں تک امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کا کام

کرتے رہے اور خاص کر تصنیف و تحریر کی خدمت انہی سے متعلق رہی۔“

(سیرۃ النعمان، ص ۲۱۶)

ضمیری نے صالح بن سہیلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

”یحییٰ بن زکریاؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور فقیہ تھے

اور امام ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کی مجلسوں میں کثرت سے شریک ہوتے تھے۔“

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص: ۱۵۰)

یہ امامؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے اور ایک مدت تک آپ کے ساتھ رہے تھے، یہاں تک کہ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو ”صاحب ابی حنیفہؒ“ کا لقب دیا ہے، تہذیب التہذیب میں ابن عیینہؒ کا قول ہے:

ہمارے پاس ابن مبارک اور یحییٰ بن ابی زائدہ جیسے اہل علم نہیں آئے۔“

(تہذیب التہذیب ۷/ ۳۷)

ابن ابی حاتمؒ سے منقول ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے یحییٰ بن ابی زائدہؒ نے کتاب لکھی اور عجمی کہتے ہیں کہ یحییٰ مدائن کے قاضی تھے اور کوفہ کے حافظ محدثین میں ان کا شمار ہوتا تھا، و کعب نے اپنی کتابوں کو یحییٰ بن ابی زائدہ کی کتاب کی ترتیب پر مرتب کیا؛ ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ میں مدائن میں ان کا انتقال ہوا۔

(تہذیب التہذیب ۷/ ۳۸)

یوسف بن خالد سستی:

آپ امام صاحب کی شوریٰ کے رکن تھے اور طویل مدت تک امام صاحب کی صحبت میں رہ کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے رہے، یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں امام صاحب کی فقہ کو رائج کیا، ہارون رشیدؒ نے قاضی القضاۃ کا

عہدہ تفویض کیا تھا، اخیر عمر میں زہد و تقشف کی زندگی بسر کی، قیاس میں بہت ماہر تھے؛ لیکن علم حدیث میں کوئی نمایاں مقام نہ تھا۔ (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۱۵۰)

## داؤد طائیؒ:

امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں اور تدوین فقہ میں امام صاحب کے شریک اور مجلس کے معزز ممبر تھے، علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے ”سیر اعلام النبلاء“ ۷/ ۴۲۲ میں ”الامام الفقیہ القدوة الزاہد“ سے ان کو یاد کیا ہے، فقہ و اجتہاد کے امام تھے، امام محمدؒ نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے، خاموش مزاج اور بہت کم گو تھے، ”امام محمدؒ کہتے ہیں: میں داؤد سے اکثر مسئلے پوچھنے جاتا اگر کوئی ضروری اور علمی مسئلہ ہوتا تو بتا دیتے ورنہ کہتے بھائی مجھے اور ضروری کام ہیں۔“

اخیر عمر میں زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کو ترجیح دی، علامہ ضمیریؒ ان کے زہد و تقشف کے واقعات ذکر کرتے ہوئے عمرو بن ذرؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

”اگر داؤد الطائیؒ صحابہ میں ہوتے تو ان میں نمایاں ہوتے“ محارب بن دثار کہتے ہیں کہ ”اگر داؤد الطائیؒ پچھلی امتوں میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا قصہ بیان کرتا“ عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ”جب داؤد الطائیؒ قرآن پڑھتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جواب سن رہے ہیں“ محمد بن سوید الطائیؒ کہتے ہیں کہ ان کی بزرگی اور فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ جب انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس کو ترک کیا تو خود امام صاحب اکثر ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ ۱۶۲ھ میں انتقال ہوا۔

(اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، ص: ۱۱۳ و ۱۱۶)

## امور دین میں افراط و تفریط

### مولانا محب اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ

یہ دینی معاملات میں فکری و نظریاتی گمراہی کے شکار ہونے کا ایک بنیادی، اصلی اور تاریخی سبب ہے۔ تاریخ انسانیت میں جب بھی کوئی دینی معاملات میں فکری گمراہی کا شکار ہوا ہے تو وہ گمراہی کے اس تاریخی سبب کو اختیار کرنے سے ہی ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ میں بھی جتنے فرقے پیدا ہوئے اور اہل سنت والجماعت کے نظریے سے معتزل ہوئے ان کی فکری گمراہی کا یہ سبب بھی کسی سے مخفی نہیں۔ اس فکری اور تاریخی گمراہی کے دو پہلو ہیں:

- ۱۔ امور دین میں کمی کرنا یعنی الحاد کا شکار ہونا۔
  - ۲۔ امور دین میں اضافہ کرنا یعنی بدعات کا شکار ہونا
- ما قبل اقوام کی گمراہی میں بھی یہ دو اسباب شامل تھے اور اس دور کے باطل فرقوں کی گمراہی میں بھی یہی دونوں اسباب شامل ہیں مشتمل نمونہ خرد کے طور پر چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

- ۱۔ یہود کی مغضوبیت اور نصاریٰ کی ضلالت کی اصل وجہ
- قرآن مقدس میں سب سے پہلے جس قوم کو مغضوب کہا گیا وہ یہود ہے اور سب سے پہلے جنہیں گمراہ قوم کا لقب دیا وہ عیسائی قوم ہے۔ یہود کو محض یہود ہونے اور نصاریٰ کو محض نصاریٰ ہونے کے مغضوب اور ضال نہیں کہا گیا کیونکہ دونوں کے پاس صحیح آسمانی کتابیں (تورات، انجیل) دونوں کے پاس سچے پیغمبر (موسیٰ و عیسیٰ) موجود تھے۔ یہود کی مغضوبیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دینی معاملات میں کمی



افراط اور الحاد سے کام لیتے تھے۔ دینی معاملات میں کمی کا شکار ہونا یہ یہود کی اس فکری گمراہی کا سبب بنی جس کا نتیجہ غضب خداوندی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

یہود کی دینی معاملات میں کمی کرنے کی مثال:  
دین چونکہ دور استوں سے ملا ہے۔

۱۔ کتاب اللہ (قوانین)

۲۔ رجال اللہ (انبیاء کرام)

یہود قوم نے قوانین میں بھی کمی کی جسے قرآن نے یوں بیان کیا یحرفون الکلم عن مواضعہ، اور یکتبون الكتاب بأیدیہم ثم یقولون هذا من عند اللہ اور رجال اللہ (دینی شخصیات) کی قدر و منزلت میں بھی کمی کرتے تھے یعنی دینی شخصیات کی گستاخی، بے اکرامی، توہین، کرنے پر یہ قوم بدنام تھی جیسے قرآن نے بیان کیا ہے: قتلہم الانبیاء بغیر حق۔

۲۔ نصاریٰ کے گمراہ ہونے کی اصل وجہ

اسی طرح عیسائیت کے گمراہ ہونے کی اصل وجہ دینی معاملات میں اضافہ، بدعات اور تفریط سے کام لینا ہے۔ کتاب اللہ یعنی قوانین میں بھی اضافہ کرتے تھے جسے قرآن نے بیان کیا اور ہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم اور دینی شخصیات کے احترام اور اکرام میں بھی اضافہ کرتے تھے وقالت النصاری مسیح ابن اللہ۔ اتخذوا اخبارہم ورہبائہم ارباباً من دون اللہ۔

امت محمدیہ ﷺ کو خطاب:

یہود چونکہ دین میں کمی (افراط) کرنے اور عیسائی دین میں اضافہ (تفریط) کرنے کی وجہ سے مغضوب اور ضال ٹھہرے تھے اس لیے اللہ رب العزت

نے اس امت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا و کذا لک جعلنا کم امة وسطا ” اور اس طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا“

نکتہ: یہ امت اس اعتبار سے درمیانی نہیں کہ درمیان میں آئی ہے دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب سے آخری ہے قرآن نے اس امت کو امت وسطا اس اعتبار سے کہا کہ یہ دینی معاملات میں نہ یہود کی طرح کی کرے گی اور نہ نصاریٰ کی طرح اضافہ، بلکہ جتنا حکم ملے گا اس پر اتنا ہی عمل کرے گی۔ چونکہ دین میں افراط و تفریط دو تاریخی گمراہیوں کا تذکرہ جس کا نتیجہ سورۃ الفاتحہ میں بیان فرمایا کہ دین میں کمی اور افراط والی گمراہی جس فرد، معاشرہ اور قوم میں آئے گی تو اس کا نتیجہ غضب خداوندی کی صورت میں ظاہر ہو گا اور دین میں تفریط اور اضافہ والی گمراہی جس فرد اور جس قوم میں آئے گی اس کا نتیجہ ضلالت اور گمراہی کی صورت میں ہو گا۔ ان گمراہیوں کے عواقب و نتائج کو سورۃ الفاتحہ میں بیان کرنے کے بعد پورے قرآن مقدس میں ان کی عملی صورتوں کو بیان کیا ہے اور امت مسلمہ کو جا بجا ان دو تاریخی اقوام یہود و نصاریٰ کی ان دو تاریخی گمراہیوں افراط و تفریط کی روش پر چلنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اس امت کی خصوصیت تو یہی تھی کہ یہ دینی معاملات میں اعتدال پر ہی رہے گی، اپنے دینی معاملات میں یہود و نصاریٰ کی روش سے بچے گی نہ ہی دین میں کمی کرے گی اور نہ ہی اضافہ لیکن نبی ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق کہ میری امت کے کچھ طبقات دینی معاملات میں یہود و نصاریٰ کی روش کو اختیار کریں گے اور ان کی مشابہت اختیار کریں گے۔ اس حدیث مبارک کی تشریح و توضیح میں بہت وسعت ہے کہ اس سے مراد ظاہری مشابہت ہے کہ امت مسلمہ کے کچھ طبقات یہود و نصاریٰ کے ساتھ اپنی دنیاوی، ظاہری معاملات میں مشابہت اختیار کریں گے یا باطنی اور دین کے

اعتبار سے مشابہت کریں گے۔

یہ دونوں باتیں صادق آتی ہیں آج مسلمانوں نے اپنی دنیا و ظاہری اعتبار سے ثقافت، لباس، رہن سہن، حلیہ ان جیسا بنا کر ان کی مشابہت و اتباع کر لی ہے اور دوسری بات بھی صادق آتی ہے کہ آج مسلمانوں کے بہت سے طبقات یا تو یہود کی روش پر چل کر دین میں کمی کرتے ہیں اور کبھی نصاریٰ کی طرح دین میں اضافہ کرتے ہیں اسی لیے فرمایا تھا میری امت یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گی اور جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں جتنے بھی فرقے پیدا ہوئے وہ ان ہی دونوں تاریخی گمراہیوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے گمراہ ہوئے۔ ایک فرقہ نے دین کی تشریحات و احکامات یا دینی شخصیات کے احترام میں یہود کی طرح کمی کی اور ایک فرقہ نے اس کے مقابلے میں نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے دینی احکامات میں بھی اضافہ کیا اور دینی شخصیات کے احترام میں بہت غلو کیا جبکہ اہل سنت والجماعت کا طبقہ ہمیشہ سے ان فرقوں کے درمیان توسط، اعتدال کے حقیقی اسلامی نظریے پر سختی سے کاربند رہا۔

۱۔ ایک فرقہ اٹھا جس نے صفات متشابہات کو مان کر اتنا غلو کیا کہ اللہ رب العزت کو انسان اور مخلوقات کے مشابہ قرار دے دے اور یہ فرقہ مجسمہ یا مشبہ کہلایا اور اس دور میں بھی اس کے کچھ پیروکار موجود ہیں جیسے نام و نہاد اہل حدیث کیونکہ یہ بھی تجسیم کے قائل ہیں۔ اس کے مقابلے میں دوسرا فرقہ اٹھا اس نے یہود کی روش اختیار کرتے ہوئے ان صفات کا یا تو سرے سے انکار کر دیا جیسے فرقہ معطلہ یا ایسی تاویلات کیں جو انکار کی بمنزلہ تھیں جیسے فرقہ مؤلہ۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا موقف افراط و تفریط (تجسیم، تعطیل، تاویل) کے ان نظریات کے درمیان اعتدال پر

بنی تھا۔ جو ان صفات کو مانتے بھی تھے، معطلہ اور مَوَلہ کی طرح انکار اور تاویل نہیں کرتے تھے اور مان کر غلو بھی نہیں کرتے تھے کہ مشبہ اور مجسمہ کی طرح اللہ کے لیے یا تو جسم کے قائل ہو جائیں یا ذات باری تعالیٰ کو مشابہ قرار دیں چنانچہ وہ اسی نظریے پر کار بند رہے۔ لیس کمثلہ شی و هو السميع البصیر۔

۲۔ اسی طرح ایک فرقہ اٹھا جس نے یہود کی روش اختیار کرتے ہوئے تقدیر کا سرے سے ہی انکار کر دیا جیسے قدریہ۔ دوسرا فرقہ اس کے مقابلے میں اٹھا جس نے نصاریٰ کی روش کو اختیار کرتے ہوئے تقدیر کو مان کر اتنا غلو کیا کہ تمام تر اختیار کا کلی طور پر انکار کر دیا یہ جبریہ کہلایا۔ ان دونوں نظریات کے درمیان اہل سنت والجماعت کا موقف اعتدال پر بنی تھا جو نہ تو انسان کو پوری طرح قادر مانتے تھے اور نہ ہی بالکل مجبور محض۔

الغرض کہ ان دو نظریات کے حامل مختلف فرقے یوں آگے بڑھتے رہے تا آنکہ 17 ویں صدی عیسوی میں باقاعدہ یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت سازشوں سے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مختلف فرقے کھڑے کیے۔ چنانچہ گزشتہ چند صدیوں سے امت مسلمہ میں جتنی بھی گمراہیاں اور جتنے بھی فتنے اور فرقے متعارف کرائے گئے ان کو فکری گمراہی کے حوالے سے ان ہی دونوں تاریخی گمراہیوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ یہود کی روش اختیار کر کے دین کے قوانین میں کمی اور دینی شخصیات کے احترام میں کمی کر کے غضب خداوندی کے مستحق ہونے والے فرقے۔

چنانچہ حدیث کا انکار، تقدیر کا انکار، عذاب قبر کا انکار، وسیلہ کا انکار، ایصال ثواب کا انکار، حیات انبیاء کرام کا انکار، ختم نبوت کا انکار، جہاد کا انکار، اسلامی حدود

و تعزیرات کا انکار کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ انکار خواہ حکم کے صراحتاً ہو یا تشریحات میں تبدیلی کی صورت میں۔ اسی طرح ان فرقوں نے دینی شخصیات کے احترام میں بھی کمی کی، سلف صالحین، اکابرین امت کے دینی فہم اور علمی ذوق پر عدم اعتماد انسان کو خطا کا پتلا قرار دے کر سلف صالحین کی ساری دینی خدمات پر پانی پھیرنا ان فرقوں کا مشن ہے، صحابہ کرام کی گستاخی و بے اکرامی کرنا، انبیاء کرام کے لئے نازیبا کلمات کہنا اور ان کی طرف کبارِ معاصی کو منسوب کرنا، اولیاء اللہ کے ولایت و کرامات، کشف والہام کا انکار کرنا یہ وہ فرقے ہیں جنہوں نے ہر اعتبار سے دین میں کمی کی ماضی میں یہی کام یہود نے کیا تو ان پر خدا کا غضب نازل ہوا اور ان فرقوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے پیشین گوئی کے مطابق یہود کی مشابہت اختیار کیا۔

نکتہ: یہ راقم الحروف کی رائے ہے کہ جس طرح دین میں الحاد و کمی کا سہرا قرآن نے یہود کے سر پہ رکھا ہے تو آج بھی امت مسلمہ کے نظریات و عقائد کو خراب کرنے کے لیے جو ملحدین و زنادقہ دجل و تلبیسات سے کام لے رہے ہیں اور دین میں کمی و الحاد کی گمراہی میں مسلمانوں کو مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں بھی یہود کی پشت پناہی حاصل ہے۔

۲۔ نصاریٰ کی روش اختیار کر کے گمراہ دین میں اضافہ کرنے والے فرقے۔

چنانچہ دوسری طرف امت مسلمہ میں وہ فرقے بھی وجود میں آئے جنہوں نے نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قوانین اسلام میں اضافہ اور روحانی شخصیات کے ادب و احترام میں حد درجہ غلو و اضافہ شروع کر دیا جس نے تصوف اور پیری مریدی کے نام پر بدعات و رسومات اور شرکیہ افعال امت مسلمہ کے سادہ لوح مسلمانوں میں متعارف کروائے۔

اس طبقہ نے سنت راستہ کو مسخ کرتے ہوئے ایک تو بدعات کو رواج دیا، ہر چیز کی حقیقی صورت مسخ کر ڈالی، آذان کی صورت مسخ کر ڈالی، ایصال ثواب کی شکل بگاڑ دی، وسیلہ کی ناجائز صورتوں کو جائز صورتوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا، اسی طرح دینی شخصیات کے احترام میں بھی حد تک غلو کیا، عیسائیت کی طرح انبیاء کرام کو ”مختار کل“ ہر جگہ ان کا حاضر ناظر ہونا، اولیاء اللہ کے لیے ان افعال کو بجالانا جو اللہ کے لیے خاص تھے، مثلاً دعا مانگنا، سجدہ کرنا، اسی طرح دیگر تعظیمی امور کو بجالانا.... تو اس طبقہ نے یہ سب امور اپنی دینی شخصیات کے لیے شروع کر دیے۔

نکتہ: راقم الحروف کی رائے ہے اور اس پر کچھ شواہد بھی ملے ہیں کہ اس قسم کے بدعات و رسومات کے مظاہر کے ساتھ نصاریٰ بیرون ممالک سے خفیہ اور اعلانیہ طور پر تعاون بھی کرتے ہیں۔ کراچی کے ایک سابق پادری نے خود احقر سے اس کے بہت سے واقعات بھی بیان کیے ہیں، جن کا یہ مضمون متحمل نہیں۔

دین کے معاملات میں افراط و تفریط کا شکار ہونا یہ بھی فکری گمراہی کا اصل ، تاریخی اور ابدی سبب ہے، تاریخ میں اس افراط و تفریط کے سبب یہود و نصاریٰ گمراہ ہوئے اور اب اس امت کے بہت سے طبقات بھی اس روش کو اختیار کیے ہوئے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ آپ اس دور کے جتنے بھی گمراہ لوگوں کے نظریات کا جائزہ لیں گے تو ان میں قدر مشترک کے طور پر ان ہی دو گمراہیوں میں سے ایک گمراہی پائی جاتی ہوگی نام خواہ اس کا کچھ بھی ہو۔ اعتدال، درمیانہ روش دین کا بھی حسن ہے اور دنیا کا بھی اور انسانی فطرت بھی اعتدال پر ہی ڈھالی گئی ہے اور شریعت مطہرہ کے احکامات کے مزاج میں بھی اسی کی روح پھونکی گئی ہے لہذا افراط و تفریط سے بچنا دین، دنیا، فطرت اور شریعت کا تقاضا ہے۔ جبکہ اس کے خلاف چلنا ان سب کی مخالفت ہے۔

## قرآن کو چیلنج

1977 میں جناب گیری میلر (Gary Miller) جو ٹورنٹو یونیورسٹی میں ماہر علم ریاضی اور منطق کے لیکچرار ہیں اور کینیڈا کے ایک سرگرم مبلغ ہیں انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ عیسائیت کی عظیم خدمت کرنے کے لئے قرآن مجید کی سائنسی اور تاریخی غلطیوں کو دنیا کے سامنے لائیں گے، جو اس کے مبلغ پیر و کاروں کی مدد کرے تاکہ مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف لایا جاسکے۔

تاہم نتیجہ اس کے بالکل برعکس تھا میلر کی دستاویز جائز تھیں اور تشریح اور ملاحظات مثبت تھے۔ مسلمانوں سے بھی اچھے جو وہ قرآن مجید کے متعلق دے سکتے تھے۔ اس نے قرآن مجید کو بالکل ایسا ہی لیا جیسا ہونا چاہیے تھا اور ان کا نتیجہ یہ تھا:

”یہ قرآن مجید کسی انسان کا کام نہیں۔“

پروفیسر گیری میلر کے لئے بڑا مسئلہ قرآن مجید کی بہت سی آیات کی بناوٹ تھی جو اسے چیلنج کر رہی تھیں لاکار رہی تھیں مثلاً: أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔

بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہو تا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔

(سورۃ النساء، 82)

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

اور اگر تم کو اس (کتاب) میں، جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ

کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

(سورۃ البقرہ، 23)

اگرچہ پروفیسر میلر شروع شروع میں للکار رہا تھا اور چیلنج کر رہا تھا، مگر بعد میں اس کا یہ رویہ حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو گیا اور پھر اس نے بیان کیا کہ اس کو قرآن سے کیا ملا؟

مندرجہ ذیل کچھ نکات ہیں جو پروفیسر میلر کے لیکچر ”حیرت انگیز قرآن“ میں بیان کئے ہیں:

یہاں کوئی مصنف (لکھنے والا) ایسا نہیں ملے گا جو ایک کتاب لکھے اور پھر سب کو للکارے اور چیلنج کرے کہ یہ کتاب غلطیوں (اغلاط) سے پاک ہے۔ قرآن کا معاملہ کچھ دوسرا ہے، یہ پڑھنے والے کو کہتا ہے کہ اس میں غلطیاں نہیں ہیں۔ اور پھر تمام لوگوں کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر تم کہتے ہو کہ اس میں غلطیاں ہیں اور تم اپنی اس بات پر سچے ہو تو یہ غلطیاں تلاش کر کے دکھا دو یا تم سمجھتے ہو کہ یہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کا کلام ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھا دو۔

قرآن مقدس، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ (ذاتی زندگی) کے سخت لمحات کا ذکر نہیں کرتا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق حیات اور محبوب بیوی حضرت خدیجہؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی وفات۔

نہایت ہی عجیب طرح سے اور عجیب طور پر وہ آیات مبارکہ جو کچھ ناکامیوں پر بطور رائے (تبصرہ) نازل کی گئیں وہ بھی کامیابی کا اعلان کرتی ہیں اور وہ آیات جو کامیابی، فتح اور کامرانی کے وقت نازل ہوئیں ان میں بھی غرور و تکبر کے خلاف تنبیہ کی



گئی ہیں۔

جب کوئی اپنی ذاتی زندگی (سوانح حیات / آپ بیتی) لکھتا ہے تو اپنی کامیابیوں (فتوحات) کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور اپنی ناکامیوں اور شکست کے متعلق دلائل دینے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ قرآن مجید نے اس کے برعکس کیا جو یکساں اور منطقی ہے۔ یہ ایک خاص اور مقررہ وقت کی تاریخ نہیں ہے، بلکہ ایک تحریر ہے جو اللہ (معبود) اور اللہ کے ماننے والوں، عبادت کرنے والوں کے درمیان عام قسم کے قوانین اور تعلق کو پیدا کرتی ہے، وضع کرتی ہے۔

میلر نے ایک دوسری خاص آیت کے متعلق بھی بات کی:

قُلْ إِنَّمَا أَعْظُمُ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلَىٰ وَفَرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ.

کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو۔ تمہارے رفیق کو جنون نہیں وہ تم کو عذاب سخت (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔

(سورۃ ساء، 46)

اس نے ان تجربات کی طرف اشارہ کیا جو ایک محقق ”اجتماعی بحث و مباحثہ کے اثرات“ پر ٹورنٹو یونیورسٹی میں کر چکا تھا۔

محقق نے مختلف مقررین (تقریر اور بحث کرنے والوں) کو مختلف بحث و مباحثہ میں اکٹھا کیا اور ان کے نتائج میں موازنہ کیا، اس نے یہ دریافت کیا کہ بحث و مباحثہ کی زیادہ تر طاقت اور کامیابی تب ملی جب مقرر تعداد میں 2 تھے، جبکہ طاقت اور کامیابی اس وقت کم تھی جب مقررین کی تعداد کم تھی۔

قرآن مجید میں ایک سورۃ حضرت مریم علیہ السلام کے نام پر بھی ہے۔ اس سورۃ میں جس طرح ان کی تعریف اور مدح کی گئی ہے اس طرح تو انجیل مقدس میں بھی نہیں کی گئی، بلکہ کوئی بھی سورۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے موجود نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن مجید میں 25 مرتبہ، جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک صرف 5 مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

کچھ تنقید کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں (نعوذ باللہ) کہ جو کچھ قرآن میں لکھا ہے وہ سب آسیب، بھوت اور شیطان 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتے تھے' ہدایات دیا کرتے تھے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ قرآن مجید میں کچھ آیات ایسی بھی ہیں جیسے:

وَمَا تَنَزَّلُ بِهِ الشَّيَاطِينُ.

اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔

(سورۃ الشعراء، 210)

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔

(سورۃ النحل، 98)

اگر آپ ان حالات کا سامنا کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ غارِ حرا کے اندر، مشرکوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے اور وہ انہیں دیکھ سکتے تھے، اگر وہ نیچے دیکھتے، انسانی ردِ عمل یہ ہو گا کہ پیچھے سے خروج کا راستہ تلاش کیا جائے یا باہر جانے کا کوئی دوسرا متبادل راستہ یا خاموش رہا جائے تاکہ کوئی ان کی آواز

نہ سن سکے، تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا:

غز وہ نہ ہو، فکر مت کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي  
الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ  
لَّهُمُ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو یاد ہو گا)

جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا۔ (اس وقت) دو (ہی ایسے شخص تھے جن) میں  
(ایک ابو بکرؓ تھے) اور دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے  
اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ  
نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے  
تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے۔ اور اللہ زبردست  
(اور) حکمت والا ہے۔

(سورة التوبة 40)

یہ کسی دھوکہ بازیاد غاباز کی ذہنیت نہیں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ  
ہے۔ جن کو پتہ ہے وہ جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں گے۔

سورة المسد (سورة تبت) ابو لہب کی موت سے دس سال پہلے نازل کی گئی، ابو  
لہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ ابو لہب نے دس سال اس بیان میں گزارے  
کہ قرآن مجید غلط ہے۔ وہ ایمان نہیں لایا اور نہ ہی ایسا کرنے پر تیار تھا۔ نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کیسے اتنے زیادہ پر اعتماد ہو سکتے تھے جب تک ان کو یقین نہ ہوتا کہ قرآن  
مجید اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف ہی سے ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کیجئے: **يُنَلِّكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ**۔

یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔ اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو صبر کرو کہ انجام پر ہیز گاروں ہی کا (بھلا) ہے۔

(سورۃ ہود، 49)

میلر لکھتا ہے کہ

کسی بھی مقدس کتاب نے اس قسم کا انداز نہیں اپنایا کہ جس میں پڑھنے والے کو ایک خبر دی جا رہی ہو اور پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نئی خبر (اطلاع) ہے۔ یہ ایک بے نظیر (بے مثال) چیلنج (لاکار) ہے۔ کیا اگر مکہ کے لوگ مکہ و فریب سے یہ کہہ دیتے کہ وہ تو یہ سب کچھ پہلے سے ہی جانتے تھے؟ کیا اگر کوئی اسکالر (عالم) یہ دریافت کرتا کہ یہ اطلاع (خبر) پہلے ہی سے جانی پہچانی تھی (افشا تھی) تاہم ایسا کچھ نہیں ہوا۔

پروفیسر میلر کیتھولک انسائیکلو پیڈیا کے موجودہ عہد (زمانہ) کا ذکر کرتا ہے جو قرآن کے متعلق ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ باوجود اتنے زیادہ مطالعہ، نظریات اور قرآنی نزول کی صداقت پر حملوں کی کوشش اور بہت سے بہانے اور جھٹیتیں جن کو منطقی طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ گر جاگھر (چرچ) کو اپنے آپ میں یہ ہمت نہیں ہوئی کہ ان نظریات کو اپنا سکے اور ابھی تک اس نے مسلمانوں کے نظریہ کی سچائی اور حقیقت کو تسلیم نہیں کیا کہ قرآن مجید میں کوئی شک نہیں اور یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔

بالآخر 1978 میں پروفیسر میلر نے اسلام قبول کر ہی لیا اور اپنے آپ کو عبد

الاحد کے نام سے پکارا۔

## قسط نمبر 2: کبھی..... مولانا عنایت اللہ عینی رحمۃ اللہ علیہ

### علماء دیوبند کی خدمات سلوک و احسان

2: علامہ محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ:

انہی بزرگوں میں اہل حق کے سردار، ذوالفضائل، صاحب التکوین، جامع المعقولات والمنقولات، قاسم العلوم والخیرات، امام الہدیٰ، حجت الاسلام علامہ محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (م 1297ھ) ہیں۔

آپ قصبہ نانوتہ میں شعبان یار رمضان 1248ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا مملوک علی صاحب رحمہ اللہ سے حاصل کر کے دورہ حدیث شریف حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے کیا۔ آپ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے (اکابر علماء دیوبند ص 22 از اکبر شاہ بخاری) حضرت سید الطائفہ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپ کی دینی علوم پر مکمل دسترس کو دیکھ کر فرمایا کہ مولوی قاسم میری زبان ہے۔ (بیس بڑے مسلمان) بلکہ حضرت حاجی صاحب نے اپنی کتب فیصلہ ہفت مسئلہ، ضیاء القلوب اور مکتوبات امدادیہ وغیرہ میں حجت الاسلام علامہ قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور امام ربانی مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

بلکہ ایک جگہ تو حضرت نانوتوی کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ کبھی پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوئے۔ (اکابر علماء دیوبند ص 22) آپ کا سب سے بڑا کارنامہ دارالعلوم دیوبند کا قیام ہے، جس کا فیض اس وقت پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے، کرہ ارضی پر کوئی خطہ ایسا نہیں جو دارالعلوم دیوبند

کے علوم و معارف سے بے بہرہ ہو۔

**تصانیف:** علامہ نانوتوی رحمہ اللہ نے تقریباً ستر کتب تحریر فرمائی ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ ان میں آپ حیات، اجوبہ اربعین، توشیح الکلام، تقریر دل پذیر، حجتہ الاسلام، قصائد قاسمیہ، انتصار الاسلام، مباحثہ شاہ جہان پور، قبلہ نما، تصفیۃ العقائد اور تحذیر الناس مشہور ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اگر مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر دیا جائے اور نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازی رحمہ اللہ اور امام غزالی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی ہیں۔

آپ نے بروز جمعرات جمادی الاولیٰ 1297ھ کو وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے حالات زندگی پر بے شمار کتابیں موجود ہیں جن میں سوانح عمری از مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ، انوار قاسمی از پروفیسر نور الحسن شیر کوٹی رحمہ اللہ، سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی (م 1375ھ) وغیرہ مشہور ہیں۔

**3: مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ:**

انہی اقطاب میں اپنے وقت کے قطب الارشاد، امام ربانی، مصلح الامۃ مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (م 1323ھ) ہیں۔

آپ اپنے زمانے میں فقہ و حدیث کے ساتھ ساتھ علم تصوف کے بھی امام تھے، آپ کی ولادت باسعادت بروز شنبہ ذی القعدہ 1244ھ میں گنگوہ میں ہوئی (اکابر علماء دیوبند ص 27) آپ نے حجتہ الاسلام امام نانوتوی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت مملوک علی رحمہ اللہ سے ابتدائی کتب پڑھ کر دورہ حدیث شریف حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے کیا۔

آپ رحمہ اللہ حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر کلی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے اور چالیس دن کے مختصر عرصہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے (بیس بڑے مسلمان) بعد ازاں آپ نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ کی خانقاہ کو اپنے فکر و ذکر سے آباد فرمایا اور خلق کثیر کو عشق خداوندی کی آگ سے گرمایا، جن میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (م 1339ھ) الامام المحدث خلیل احمد سہارنپوری (م 1346ھ) اور شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (م 1377ھ) قابل ذکر ہیں۔

آپ کی بہت سی کرامات و مناقب ہیں جن کو آپ کے خلیفہ مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الرشید میں تفصیل سے تحریر کر دیا ہے۔

آپ کی وفات 9 جمادی الثانی 1323ھ کو گنگوہ میں ہوئی (تذکرۃ الرشید از عاشق الہی میرٹھی و اکابر علماء دیوبند ص 32)

تصانیف: رد الطغیان، اوثق العری، سبیل الرشاد، ہدایۃ الشیعہ وغیرہ جو تالیفات رشیدیہ میں شامل ہیں، ان کے علاوہ مکتوبات رشیدیہ اور امداد السلوک قابل ذکر ہیں۔

#### 4: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ:

انہی مقدس ہستیوں میں مجدد وقت، غوث الزمان، تصوف کا بادشاہ، قدوۃ السالکین، عارف باللہ سیدنا و مولانا حکیم الامت مجدد الملت امام محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ م 1362ھ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 5 ربیع الثانی 1280ھ کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم تھانہ بھون ہی میں حضرت شیخ فتح محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی پھر ذی القعدہ 1295ھ میں دیوبند تشریف لائے۔ 1301ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ (اکابر علماء دیوبند ص 60)

آپ حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بیعت و خلافت یافتہ ہیں اور ان کی خانقاہ امدادیہ کو اپنی روحانی قوت سے آباد فرمانے والے ہیں، آپ اپنے زمانے میں اہل حق کے پیشوا اور ہر فن کے امام تسلیم کیے گئے ہیں، خصوصاً علم تصوف میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، آپ نے متحدہ برصغیر میں اپنی علمی و عملی کوششوں سے نہ صرف علم تصوف کو روشناس کرایا بلکہ ایسے علماء کی ایک جماعت تیار کی جن کے دم سے آج دنیا کے مختلف گوشوں میں عشق خداوندی و اتباع و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنیں پھیل گئیں۔

تقریباً ہر فن پر آپ کی شاہکار تصانیف موجود ہیں، آپ نے سب سے زیادہ کتابیں علم تصوف پر لکھی ہیں، جن میں کئی کتابیں کئی ضخیم جلدوں میں ہیں، جیسے کلید مثنوی اور ملفوظات حکیم الامت وغیرہ۔

آپ کا قول ہے کہ تصوف قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے (التشرف) چنانچہ آپ نے علم تصوف کا قرآن پاک سے استنباط کر کے مسائل السلوک من کلام ملک الملوک تالیف فرمائی اور احادیث مبارکہ سے اس کا استنباط کر کے التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف تالیف فرمائی، ساتھ ہی عقلی دلائل سے علم تصوف کا اثبات کر کے الکشف عن مہمات التصوف لکھی، علم تصوف پر جتنا کام آپ نے فرمایا ہے شاید کسی نے اتنا کیا ہو۔ ان کے علاوہ آپ کے اور بھی تجدیدی کارنامے مشہور ہیں جو تفصیلاً اشرف السوانح، سیرت اشرف، مآثر حکیم الامت، بیس بڑے مسلمان، اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ میں مذکور ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات 16 رجب 1362ھ کو تھانہ بھون میں ہوئی، انا

للہ وانا الیہ راجعون۔



5: شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ:

انہی صوفیاء کرام میں ہر دلعزیز شخصیت، قائد العلماء، شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام والمسلمین مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (م 1377ھ) ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت 19 شوال 1296ھ کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب کی نگرانی میں حاصل کی بعد میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے زیر نگرانی ساڑھے چھ سال میں تقریباً 17 فنون پر مشتمل درس نظامی کی 67 کتب ختم کر لیں۔ (اکابر علماء دیوبند ص 112)

آپ قطب ربانی مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے مجاز بیعت و خلافت تھے، مدینہ منورہ میں اپنے دادا پیر حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی نگرانی میں مقامات طریقت طے کرتے رہے۔ بقول حضرت امام احمد علی لاہوری آپ اپنے زمانے کے امام الاولیاء تھے (اکابر علماء دیوبند ص 116)

آپ نے تصوف میں اعلیٰ مقام حاصل کیا تھا، جس کا اندازہ آپ کے خلفاء کرام سے ہوتا ہے جو خود پیکر علم و تقویٰ تھے، جن کے اخلاص و سلوک سے علم تصوف کی کرنیں پورے عالم میں پھیل رہی ہیں، آپ ایک متاثر کن شخصیت تھے، آپ کے ان مٹ اثرات دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں، سلسلہ تصوف میں آپ کی سند پر فخر کیا جاتا ہے۔

تصانیف: الشہاب الثاقب، فتاویٰ شیخ الاسلام، مکتوبات شیخ الاسلام و دیگر مشہور ہیں، آپ کے تفصیلی حالات نقش حیات، حیات شیخ الاسلام، چراغ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔

آپ کی وفات 13 جمادی الاولیٰ 1377ھ بروز جمعرات ہوئی۔

6: امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ:

انہی پاکیزہ سیرت بندگانِ خدا میں امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری (م 1383ھ) ہیں۔

آپ کی ولادت 2 رمضان المبارک 1304ھ کو گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ 1927ء کو دینی علوم سے فارغ التحصیل ہوئے، آپ کی تربیت امام انقلاب علامہ عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ (م 1363ھ) نے فرمائی اور انہوں نے آپ کو اپنے پیر طریقت مولانا غلام محمد دین پوری رحمہ اللہ کے سپرد فرمایا (اکابر علماء دیوبند ص 247) جن کے سایہ عاطفت میں آپ نے حسن خوبی سے مقامات طریقت و سیر سلوک کو طے کر کے تصوف میں اعلیٰ مقام حاصل کیا، آپ سلسلہ عالیہ قادریہ مبارکہ میں ذکر و فکر کی تلقین کراتے تھے، آپ کی وجہ سے سلسلہ قادریہ مبارکہ کو ملک میں عروج ملا اور ملک و بیرون ملک آپ رحمہ اللہ کے خلفاء پھیل گئے، جو دلوں پر محنت اور ان میں تزکیہ کا بیج بوریے ہیں۔

آپ کو کشف الصدور و القبور حاصل تھا اور یہ بات متواتر ہو گئی تھی خود آپ کے زمانہ ہی میں، اللہ پاک نے آپ کو قوت باطنی میں وہ اعلیٰ مقام عطاء فرمایا تھا جس کی نظر آپ کے ہم عصروں میں اتنی نہیں تھی، آپ کی خانقاہ آج تک ذکر و فکر سے آباد ہے، آپ رحمہ اللہ سے مخالفین بھی انتہائی متاثر تھے۔

تصانیف: رسوم الاسلامیہ، اصلی حنفیت، ضرورة القرآن وغیرہ۔

آپ کی وفات 17 رمضان 1383ھ کو ہوئی (اکابر علماء دیوبند ص 251)

جب آپ کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر سے عرصہ دراز تک خوشبو پھوٹتی رہی۔

7: برکتہ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ:

انہی کا ملین میں اپنے وقت کے برکتہ العصر، شیخ الحدیث، عارف باللہ شیخ المشائخ سید الصوفیہ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (م 1402ھ) ہیں۔

آپ کی ولادت 11 رمضان المبارک 1315ھ کو کاندھلہ میں ہوئی۔ اول تا آخر تمام تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی اور 1344ھ میں فارغ ہوئے آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (1346ھ) و مولانا عبدالقادر رائے پوری سے خلافت حاصل ہے۔

آپ اپنے وقت کے امام الصوفیہ تھے، تصوف کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف تھے، آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ و صوفی بھی تھے، بلکہ آپ پر تصوف کا بہت غلبہ تھا، جس کا اندازہ آپ کی ہر کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے، آپ کے خلفاء مشرق و مغرب میں پھیل گئے اور آپ کے فیوض کو اللہ کریم نے قبولیت عامہ سے سرفراز فرمایا۔

تصانیف: الکثر التواری شرح صحیح بخاری، اوجز المسالک شرح موطا الامام مالک، اختلاف الائمہ، لامع الدراری، تقریر بخاری، الاعتدال فی مراتب الرجال وغیرہ اور علم تصوف میں فضائل اعمال، اکابر کا سلوک و احسان، مکتوبات کتاب العشق، آب بیتی وغیرہ ان کے علاوہ بھی کئی کتب تالیف فرمائی ہیں۔

آپ کی وفات 1402ھ مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں ہزاروں صحابہ کرام کے بیچ میں مدفون ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند نے جہاں ظاہری علوم و فنون سے اسلام کی تجدید کی اور پورے عالم میں دین کے احیاء، اشاعت اور تحفظ کا بیڑا اٹھایا وہاں پر تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس کی مبارک محنت سے امت مرحومہ کو نئی زندگی بخشی۔

قسط نمبر 2:

کھ..... الشیخ محمد نواز الحذیفی حفظہ اللہ

## عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں... علمی و تحقیقی تجزیہ

12: امام نسفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(الی ذکر اللہ) ای الی الخطبة عند الجمهور وبه استدلال ابو حنیفة رحمہ اللہ علی ان الخطیب اذا اقتصر علی الحمد لله جاز.

(تفسیر النسفی ج 3 ص 482)

آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے جمہور حضرات کے ہاں اور اسی سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل لی ہے کہ اگر خطیب الحمد للہ پر اکتفاء کرے جائز ہے۔

13: تفسیر الفواتح الالہیۃ والمفتاح الغیبیۃ ج 2 ص 414 میں لکھا ہے:

فأسعوا عجیبین مسرعین الی سماع ذکر اللہ فی الخطبة۔

خطبہ میں ذکر اللہ کو سننے کے لیے فوراً دوڑے آؤ۔

14: تفسیر روح البیان ج 9 ص 523 میں لکھا ہے:

فأسعوا الی ذکر اللہ قال الراغب السعی المشی وهو دون العدو ای امشوا واقصدوا الی الخطبة والصلاة لاشتمال منہما علی ذکر اللہ وما کان من ذکر رسول اللہ والثناء علیہ وعلی خلفائہ الراشدین واتقیاء المومنین والموعظة والتذكیر فی حکم ذکر اللہ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فأسعوا الی ذکر اللہ جلدی چلے آؤ اللہ کے ذکر کی طرف امام راغب نے فرمایا ہے فوراً چلے آنے سے مراد درمیانے انداز سے چل کر آنا ہے یعنی چلو اور ارادہ کرو خطبہ اور نماز کی طرف ان دونوں میں سے ہر ایک کے ذکر اللہ

پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور خطبہ میں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کی تعریف ہوتی اور آپ کے خلفاء راشدین اور مومن متقیوں کا ذکر خیر ہوتا ہے اور جو وعظ و نصیحت ہوتا ہے وہ ذکر اللہ کے حکم میں ہے۔

15: امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف اللاند لسی الغرناطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وذكر الله هنا الخطبة قاله ابن المسيب وهي شرط في انعقاد الجمعة عند الجهور وقال الحسن هي المستحبة والظاهر انه يجزئ من ذكر الله تعالى ما يسمى ذكر اقال ابو حنيفة رحمه الله لو قال الحمد لله او سبحان الله واقتصر عليه جاز.

(البحر المحیط فی التفسیر ج 10 ص 176)

آیت میں یہاں ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے یہ بات حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمائی ہے اور وہ جمہور حضرات کے ہاں جمعہ کے انعقاد کے لیے شرط ہے اور امام حسن رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ مستحب ہے اور ظاہر یہی ہے کہ وہ ایسے ذکر اللہ سے جس کو ذکر کہا جاسکے کافی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر خطیب نے الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور اسی پر اکتفاء کیا تو جائز ہے۔

نوٹ: جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی شرط پوری ہوگئی اور نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہو گیا ہے اگرچہ دوسرے مسنون اعمال کے چھوڑنے کی وجہ ان کی برکات اور ثواب سے محروم ہوگا۔

16: تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے:

فأسعوا الى ذكر الله اى امشوا وااقصدوا الى الخطبة والصلاة.

(تفسیر ابوالسعود ج 8 ص 249)

آیت میں اللہ کے ذکر کی طرف فوراً چلے آنے سے مراد یہ ہے کہ چلو اور خطبہ اور نماز کا ارادہ کرو۔

17: علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والمراد بن کر اللہ الخطبة والصلاة .

(روح المعانی ج 14 ص 296)

اللہ کے ذکر سے مراد خطبہ اور نماز ہے۔

18: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(ذلك خير لكم ان كنتم تعلمون) ای تر ككم البيع واقبالكم الى

ذكر الله والى الصلوة خير لكم ای في الدنيا والآخرة ان كنتم تعلمون .

(تفسیر ابن کثیر ج 8 ص 122)

اس کا ترجمہ غیر مقلد محمد جو ناگڑھی صاحب نے یوں کہا ہے:

خرید و فروخت کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق

میں دین دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔

(تفسیر ابن کثیر مترجم ج 5 ص 356 ناشر مکتبہ قدوسیہ لاہور)

19: تفسیر القرانی میں لکھا ہے:

ومن ذكر الله في صلوة الجمعة الخطبة .

(التفسیر القرانی للقرانی ج 14 ص 952)

یعنی اس سے مراد وہ ذکر اللہ ہے جو کہ نماز اور خطبہ جمعہ میں ہوتا ہے۔

20: علامہ محمد الطاہر بن محمد التوئی المتوفی 1393ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وفي حديث الموطأ اذا خرج الامام حضرات الملائكة يستمعون الذكر

ولا شك ان الامام اذا خرج ابتداء الخطبة فكانت الخطبة من الذكر وفي ذلك

تفسير اي اللفظ الذكر في هذه الآية .

(تفسیر التحریر والتویر ج 28 ص 225، 226)

موطا کی حدیث میں آیا ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو فرشتے ذکر کو حاضر ہو کر غور سے سنتے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ امام جب نکلتا ہے تو خطبہ سے ابتداء کرتا ہے لہذا خطبہ بھی ذکر ہوا اور اس حدیث اور اس آیت میں مذکور لفظ ذکر کی تفسیر ہے۔

21: علامہ الطنطاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والمراد بن کر الله الخطبة والصلاة جميعاً لا اشتمالها عليه۔

(التفسير الوسيط للطنطاوی ج 14 ص 388)

ذکر اللہ سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں اس لیے کہ یہ دونوں ذکر اللہ کو شامل ہوتے ہیں۔

22: علامہ محمد بن عمر نووی الجاوی الشافعی المتوفی 1316ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فأسعوا إلى ذكر الله أي إذا نودي لوقت الصلوة من يوم الجمعة فاذهبوا إلى الخطبة والصلاة۔ (مراح لبيد لكشف معنى القرآن المجيد ج 2 ص 527)

یعنی جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے وقت پکارا جائے تو خطبہ اور نماز کی طرف چلے جاؤ۔

23: تفسیر غریب القرآن میں لکھا ہے: فأسعوا إلى ذكر الله فامضوا إلى ذكر الله وصلاة وسماع الخطبة۔ (تفسیر غریب القرآن للکواری ج 62 ص 9)

فأسعوا إلى ذكر الله یعنی آؤ اللہ کے ذکر۔ نماز اور خطبہ کے سننے کی طرف۔

24: سعودی علماء کی کمیٹی نے ایک تفسیر؛ التفسیر المسیر کے نام سے تالیف کی ہے اس میں لکھا ہے: یا ایہا الذین صدقوا اللہ ورسولہ و عملوا بشرعہ اذا نادى المودن للصلاة في يوم الجمعة فامضوا إلى سماع الخطبة واداء الصلوة۔

(التفسير المسیر ج 1 ص 554 ناشر وزارة الشؤون الإسلامية والاوقاف والدعوة والارشاد)

اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے اور ان کی شریعت پر عمل کیا ہے جب موزن جمعہ کی نماز اذان دے تو خطبہ کے سننے کے لیے اور نماز کو ادا کرنے کے لیے چلے آؤ۔

25: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: (یا ایہا الذین امنوا) محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام والقرآن (اذانودی للصلوٰۃ) اذا دعیتم الی الصلوٰۃ بالاذان (من یوم الجمعة فاسعوا) فامضوا (الی ذکر اللہ) الی خطبة الامام والصلوة معه (وذروا البیع) اترکوا البیع بعد الاذان (ذالکم) الاستماع الی خطبة الامام والصلوة (خیر لکم) من الکسب والتجارة (ان کنتم) اذ کنتم (تعلمون) تصدقون بشواب اللہ. (تنویر المقباس من تفسیر ابن العباس ص 554)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور قرآن پر جب تمہیں بلایا جائے نماز کی طرف اذان کے ذریعے جمعہ کے دن تو چلے آؤ اللہ کے ذکر یعنی امام کے خطبے اور اس کے ساتھ نماز کی طرف اور اذان کے بعد خرید و فروخت کو چھوڑ دو، یہ خطبہ کو توجہ سے سننا اور نماز بہتر ہے تمہارے لیے کمائی اور تجارت سے جس وقت کہ تم اللہ کے ثواب کو سچا سمجھو۔

مذکورہ تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت میں ذکر اللہ سے مراد جمہور مفسرین کے ہاں خطبہ جمعہ ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ دونوں لیے ہیں، تو ثابت ہوا کہ خطبہ جمعہ کی حقیقت اور اس سے مقصود ذکر اللہ ہے باقی چیزیں جو کہ خطبہ جمعہ میں پائی جاتی ہے وہ سب اس کے تابع ہیں اور خود غیر مقلد علماء سے بھی یہی منقول ہے کہ مذکورہ آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ اور نماز ہے، چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

والمراد من ذکر اللہ هنا صلاة الجمعة وقيل موعظة الامام والاول اولی



وقال الجمهور الخطبة وبه استدلل ابو حنيفة على ان الخطيب اذا اقتصر على الحمد لله جاز. (تفسير فتح البیان فی مقاصد القرآن ج 14 ص 139)

یہاں ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد امام کا خطبہ ہے اور پہلی بات زیادہ بہتر ہے اور جمہور حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد خطبہ ہے اور اسی سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ خطیب جب الحمد للہ پر اکتفاء کرے تو جائز ہے۔

غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

پس سنو جمعہ کے روز دوپہر کے وقت جب نماز کے لیے اذان دی جائے یعنی بذریعہ اذان تم کو بلایا جائے تو تم بلا تکلف اور بلا تاخر اللہ کے ذکر خطبہ اور نماز کی طرف چلا کرو اور سودا سلف اور دیگر کاروبار چھوڑ دیا کرو۔ دنیاوی طمع نہ کیا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم اللہ احکام کی حکمت جانتے ہو۔

(تفسیر ثنائی ج 4 ص 1517 ناشر مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

غیر مقلد عالم کی تصریح سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر اللہ سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں، جمہور حضرات نے چونکہ اس سے مراد خطبہ لیا ہے اس لیے خطبہ مراد لینا زیادہ رائج ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ذکر کی تفسیر خطبہ سے خود نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث میں منقول ہے لہذا خطبہ کو مراد لینا اولیٰ ہے، باقی ساتھ نماز جمعہ کو مراد لینا بھی ہمارے خلاف نہیں، بلکہ یہ اس بات کی تائید ہے کہ جمعہ کا خطبہ غیر عربی میں جائز نہیں جس طرح کہ نماز کے دوران نماز کے الفاظ کا ترجمہ غیر عربی میں جائز نہیں، تفصیل انشاء اللہ آئندہ ذکر کی جائے گی۔

(..... جاری ہے)

## الاشباہ والنظائر (5)

گزشتہ اقساط میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ زیر بحث کتاب فقہی قواعد و اصول پر مشتمل ہے۔ صاحب کتاب علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ نے اس میں 25 قواعد کلیہ ذکر کیے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک قاعدہ بذات خود مختلف اصول و قواعد پر مشتمل ہے گویا ان قواعد کے تحت سینکڑوں مسائل و جزئیات فقہیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

کتاب میں درج شدہ قواعد میں سے ہر ایک قاعدہ اپنی جگہ مسلم ہے اور بے پناہ جامعیت و اہمیت کا حامل ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر اصول پر قدرے تفصیلی بات کی جائے مگر طوالت کا خوف دامن گیر ہے اس لیے مختصر اچند قواعد پر روشنی ڈالتے ہیں۔

پہلا قاعدہ: درء المفساد اولی من جلب المنافع۔

مفساد کو دور کرنا منفعت کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔

آگے مصنف رحمہ اللہ نے اس قاعدہ کی وجہ و علت کو جن الفاظ میں بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی کام میں فساد بھی پایا جائے اور مصلحت بھی موجود ہو تو اکثر حالات میں فساد کو زائل کرنا زیادہ بہتر قرار پائے گا۔

کیونکہ شریعت نے ممنوعات کو مامورات کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اذا امرتکم

بشیء فاتوا منه ما استطعتم واذا نہیتکم عن شیء فاجتنبوہ۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام)

جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو اس کو اپنی استطاعت کے مطابق بجالاؤ لیکن جب میں تم کو کسی کام سے منع کر دوں تو اس سے بالکل اجتناب کرو۔

اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جب فساد اور مصلحت کا کسی جگہ ٹکراؤ ہو جائے تو اس وقت فساد کو دور کرنا زیادہ اہم ہے۔

مثال: جب کسی عورت پر غسل فرض ہو اور اس کے لیے مردوں سے پردہ کر کے غسل کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وہ مردوں کے سامنے غسل نہ کرے بلکہ اسے موخر کر دے۔

**دوسرا قاعدہ:** اذا اجتمع امران من جنس واحد ولم يختلف مقصودهما دخل احدهما في الآخر غالباً۔

جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہو جائیں اور ان دونوں کا مقصود مختلف نہ ہو تو وہ دونوں چیزیں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گی۔

مثال: اگر کسی عورت میں جنابت اور حیض جمع ہو جائیں تو مذکورہ قاعدے کے مطابق اس کو ایک ہی غسل کرنا کافی ہو گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور داخل ہوتے ہی بیٹھنے سے پہلے فرض یا سنت نماز شروع کر دی تو اس میں تحیۃ المسجد بھی داخل ہو جائے گی یعنی فرض یا سنت نماز ادا کرنے بعد تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا بعد میں تحیۃ المسجد پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

**تیسرا قاعدہ:** السؤال معاد فی الجواب۔

یعنی کسی سوال کے جواب میں اسی سوال کا اعادہ لازماً تسلیم کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سوال کا جواب دینے والے نے تصدیق کی تو اس کی

طرف سے محض ایک بات کی نہیں بلکہ ان تمام باتوں کی تصدیق سمجھی جائے گی جو اس سوال میں بیان کی گئی تھیں۔

اس قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ آصف نے عدالت میں جج کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ کاشف نے مجھ سے موٹر سائیکل خریدا تھا اس کی قیمت کے پچاس ہزار روپے اس نے مجھے دینے ہیں۔ یہ رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہے۔ جج نے یہ سن کر کاشف سے دریافت کیا کہ جس رقم کا آصف نے دعویٰ کیا ہے کیا یہ رقم واقعتاً آپ کے ذمہ واجب الاداء ہے؟ جواب میں کاشف نے کہا: ”ہاں“۔

تو کاشف کے تسلیم کر لینے سے اس بات کی تصدیق سمجھی جائے گی کہ آصف کا دعویٰ صحیح ہے اور یہ ہاں کہنا اس امر کی اطلاع سمجھی جائے گی کہ مدعی نے جو کچھ کہا ہے وہی درست بات ہے۔

اسی طرح اگر ایک آدمی نے دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے؟ جواب میں اس نے کہا ”ہاں“

تو اس کے ”ہاں“ کہنے کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی کیونکہ جواب دینے والے نے تسلیم کر کے اس چیز کا اقرار کر لیا جس سے متعلق اس سے سوال کیا گیا تھا۔

قارئین کرام!

ان شاء اللہ آئندہ قسط میں ”الاشباہ والنظائر“ کی چند اہم شروحات اور ان کے شارحین کے مختصر حالات کا تذکرہ کریں گے۔

(..... جاری ہے)

## ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
محمد فضائل	راولاکوٹ آزاد کشمیر	03005169279
مولانا محمد شہباز	کبیر والا	03066310082
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد عثمان	میانوالی	03336836228
مولانا عمر خطاب	انک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبدالوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
ذوالقرنین حیدر	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808



# مرکز اہل السنّت والجماعت

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن

## ایک ادارہ، ایک تحریک

### شعبہ جات

● شعبہ حفظ القرآن الکریم

● شعبہ درس نظامی

● ایک سالہ تخصص فی تحقیق والدعوة (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان

● شعبہ تصنیف و تالیف

● بارہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلبہ عظام) ماہ شعبان

● تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)

● ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے

● ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین و سالکین)

● ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء

● (شعبہ رسائل و جرائد) فقیہ (ماہنامہ) - بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)

● مکتبہ اہل السنّت والجماعت (فکری و نظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈی کی ترسیل کیلئے)

● مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)

● احتاف میڈیا سروسز [www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

● (پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)

● احتاف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

● آن لائن دارالافتاء: [mufti@ahnafmedia.com](mailto:mufti@ahnafmedia.com)

● واٹس ایپ سروس India: 0320-4117383 / Pakistan: 0304-6109956

● Arab Countries: 0305-2134811 / Other Countries: 0306-8445718

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ ذکوۃ، فشر صدقات کی مدد میں تعاون فرمائیں

بنام محمد الیاس

میزان بینک سرگودھا اکاؤنٹ نمبر 1401-0100725862

خط و کتابت مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

E-mail: [markazhanfi@gmail.com](mailto:markazhanfi@gmail.com) +92-321-423-1173 048-3881487

IBAN: PK41MEZN0014010100725862